حقوقِ سیریز

حقوق الاولاد

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

نام کتاب : حقوق الاولاد

مصنف : حافظ صلاح الدین یوسف

منتظم اعلیٰ : عبدالمالک مجاہد

مجلس انتظامیہ

محمد طارق شاہد (انچارج شعبہ ادب اطفال و شباب) حافظ عبدالعظیم اسد (منیجر دارالسلام لاہور)

مجلس مشاورت

حافظ صلاح الدین یوسف ڈاکٹر محمد امتخار کھوکھر اشتیاق احمد اشفاق احمد خاں

عرفان جمیل محمد امین ثاقب قاری طارق جاوید

ڈیزائننگ اینڈ السٹریشن : زاہد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)

معاونین : میاں خالد محمود احسن محمود فرید جمال تنویر احسن حافظ کاشف ظہیر

احمد غنی صدیق احمد صدیقی خطاطی : اکرام الحق

اشاعت اول : جون 2005

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4043432-4033962 00966 1 فیکس: 4021659

Website: http://www.dar-us-salam.com E-mail: riyadh@dar-us-salam.com

❶ طریق مکۃ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 00966 1 فیکس: 4644945 ❸ جدہ فون: 6879254 00966 2 فیکس: 6336270

❷ شارع العین۔ الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221 ❹ الخبر فون: 8692900 00966 3 فیکس: 8691551

شارجہ فون: 5632623 00971 6 فیکس: 5632624 لندن فون: 5202666 208 0044 فیکس: 208 5217645

امریکہ ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001 فیکس: 7220431 ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001 فیکس: 6251511

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072

website: www.darussalampk.com e-mail: info@darussalampk.com

❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ موں مارکیٹ اقبال ٹاؤن لاہور فون: 7846714

❹ F8 مرکز، اسلام آباد فون: 0092-51-2500237 ❺ مین طارق روڈ، بالمقابل فری پورٹ شاپنگ مال، کراچی فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937

پیش لفظ

اس دنیا میں انسان کا جس سے بھی کوئی رشتہ ناتا ہے، اُس پر اس کے کچھ نہ کچھ حقوق ضرور ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ تو حقوق مانگ کر لے لیتے ہیں، لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مانگنے کی طاقت نہیں رکھتے، انھیں حقوق خود دینے پڑتے ہیں۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اُس کی پیدائش کے ساتھ ہی اُس کے والدین پر کچھ حقوق عائد ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود نہیں مانگ سکتا۔

انسان چونکہ اشرف المخلوقات اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہے، اس لیے اُسے بہت سے فرائض سونپے گئے ہیں۔ ان میں اولاد کی تربیت سب سے اہم فریضہ ہے۔ اللہ رب العزت قیامت کے دن اولاد سے والدین کے متعلق سوال کرنے سے پہلے والدین سے اولاد کے متعلق سوال کرے گا۔ کیونکہ جس طرح والدین کا اولاد پر حق ہے، اسی طرح اولاد کا والدین پر حق ہے۔

اولاد کی اچھی تربیت میں کوتاہی کے بہت سنگین نتائج سامنے آتے ہیں۔ شیرخوارگی سے لڑکپن اور جوانی کے مراحل میں اُسے مکمل رہنمائی اور تربیت درکار ہوتی ہے۔ اس تربیت کا آغاز والدین کی اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ اولاد کے لیے پاک اور حلال غذا کی فراہمی والدین کے ذمے ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب وہ رزقِ حلال کمائیں۔ والدین جھوٹ بولنے کے عادی ہیں تو بچہ بھی جھوٹ بولے گا۔ والدین کی خرابیاں نہ صرف ظاہری طور پر بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتی ہیں بلکہ باطنی طور پر یہ خرابیاں اُس کے اندر رچ بس جاتی ہیں۔ والدین کے جسم میں گردش کرنے والے خون میں اگر حرام، جھوٹ، فریب، حسد اور دوسری خرابیوں کے جراثیم موجود ہیں تو یہ

جراثیم بچے کو بھی وراثت میں ملیں گے۔ جس خرابی کا بیج آج ہم اپنی ذات میں بو رہے ہیں، بچہ کل اُسی کی فصل کاٹے گا۔

بیشتر والدین کو اس بات کا فہم اور ادراک ہی نہیں کہ بچے کی پرورش اور تربیت کے سلسلے میں اُن پر کیا حقوق عائد ہوتے ہیں۔ اگر وہ اُن حقوق پر پورا نہیں اُترتے تو انھیں دنیا میں اور آخرت میں کن بھیانک نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس کی وجہ لاعلمی بھی ہوسکتی ہے اور دینی تعلیمات سے دوری بھی۔ وجہ جو بھی ہے والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کے حوالے سے ان کے حقوق کو پہچانیں تاکہ دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل ہو۔ اور وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں معتوب ہونے سے بچ جائیں۔

''حقوق الاولاد'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب میں اولاد کے حقوق کے حوالے سے، مکمل رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ کتاب والدین کے لیے بہت مفید رہے گی۔ ان شاء اللہ

والسلام

عبدالمالک مجاہد

جس طرح والدین کے اولاد پر حقوق ہیں، اسی طرح اولاد کے کچھ حقوق والدین پر بھی ہیں۔ دوسرے مذاہب نے ماں باپ کے حقوق کی تو نشان دہی کی ہے لیکن اولاد کے حقوق کے معاملے میں کچھ نہیں کہا۔ اسلام کو چونکہ ہر طبقے کے افراد کی کارکردگی کی اصلاح کرنا اور معاشرے میں اعتدال قائم کرنا تھا، لہٰذا اس میں اولاد کے متعلق بھی والدین کو پابند کیا گیا۔ اس کی بنیاد سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا»

”جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑے کی عزت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔“[1]

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک چھوٹوں اور بڑوں کے آپس کے حقوق کی بنیاد ہے۔ اس تعلیم کے ذریعے سے اسلام نے ماتحت افسروں، ملازموں، آقاؤں، بزرگوں اور عزیزوں میں ربط وضبط کی شان دار عمارت قائم کی ہے۔

1- اسلام سے پہلے والدین کی سنگ دلی اور اسلام کی تعلیم

اسلام سے پہلے اہلِ عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ ہندو بھی اپنی

---

[1] جامع الترمذی ، البر والصلة ، باب ماجاء فی رحمة الصبیان ، حدیث: 1919 ومسند أحمد: 207/2

لڑکیوں کو قتل کر دیتے تھے، بیواؤں کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، اس کو ستی کی رسم کہا جاتا ہے۔ اسلام نے ان تمام رسموں کو ختم کر دیا، اولاد کو مار ڈالنے کے بجائے ان کی حفاظت کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ﴾

''اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمہیں اور انھیں رزق دیتے ہیں۔'' ①

مطلب یہ کہ والدین کا اولاد پر پہلا حق یہ ہے کہ وہ ان کی حفاظت کریں، اور اس پہلے حق میں یہ شامل ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں، کیونکہ اسی دودھ سے ان کی نشوونما ہوگی، ان کے اندر قوت وتوانائی آئے گی اور یوں ان کی حفاظت ہوگی۔ ماؤں کے اس حق کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

''مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنے کا ہو اور باپ کے ذمے دستور کے مطابق ان ماؤں کا روٹی کپڑا ہے۔'' ②

اگر ماں کسی وجہ سے بچے کو دودھ نہیں پلا سکتی، تو اسلام نے یہ اجازت دی ہے کہ والدہ کے علاوہ دوسری عورت بچے کو دودھ پلا دے، اسے رضاعی ماں کہتے ہیں۔ اسلام میں رضاعی ماں کا درجہ بھی قریباً حقیقی ماں کے برابر ہے۔ ماں بیماری اور کمزوری کی صورت میں بچے کی عام دودھ سے بھی پرورش کر سکتی ہے۔ مقصد تو معینہ

---

① سورۃ الأنعام، آیت: 151 ② سورۃ البقرہ، آیت: 233

مدت تک دودھ پلانا ہے تاکہ اس کی نشو ونما مناسب طور پر ہو۔ والد پر فرض یہ ہے کہ بچے اور اس کی والدہ کی کفالت کرے۔ ان کے اخراجات برداشت کرے۔

علاوہ ازیں والدین پر یہ بھی فرض ہے کہ اولاد کو محبت اور شفقت سے پالیں اور مناسب پرورش کریں۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ لاَ يَرْحَمُ لاَ يُرْحَمُ»

''جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔''①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا: کیا آپ بچوں کو چومتے ہیں؟ ہم تو ان کو نہیں چومتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَوَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ»

''اگر اللہ نے تیرے دل سے رحمت کو نکال لیا ہے تو میں تیرے لیے کیا کر سکتا ہوں۔''②

والدین پر اولاد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد کے درمیان تفریق نہ کریں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے درمیان مساوات قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے، جیسا کہ ایک صحابی نے اپنے بیٹوں میں سے کسی کو ایک غلام ہبہ کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایک ایک غلام ہبہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: جی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ»

---

① صحيح بخاری، الأدب ، باب رحمة الوالد و تقبيله ومعانقته ، حديث : 5997

② صحيح بخاری ، الأدب ، باب رحمة الوالد وتقبيله ومعانقته ، حديث : 5998

''میں ایسے ظالمانہ عطیے پر گواہ نہیں بنوں گا۔''①

ہمارے ہاں بعض والدین یہ کرتے ہیں کہ کسی ایک لڑکے کے زیرِ اثر ہونے کی وجہ سے یا اس کی خدمت سے متاثر ہوکر اپنی جائیداد اپنی زندگی ہی میں اس کے نام کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنا معلمِ انسانیت ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ لڑکا ماں باپ کی خدمت کرتا ہے تو اپنا فرض ادا کرتا ہے، اس فرض کی ادائیگی کے صلے میں وہ جنت کا حق دار بنتا ہے، لیکن والدین کے لیے مناسب نہیں کہ عدل وانصاف کا پہلو ہاتھ سے جانے دیں اور کم خدمت کرنے والے یا نالائق اولاد کو جائیداد سے محروم کر دیں۔ ان کی یہ محرومی کیا کم ہے کہ والدین اسے پسند نہیں کرتے۔

اولاد کا ایک حق یہ ہے کہ والدین ان کی رزقِ حلال سے پرورش کریں۔ مائیں بھی یہ خیال رکھیں کہ ایامِ حمل اور دودھ پلانے کے دنوں میں بھی بچے کی پرورش حرام مال سے نہ ہو، یعنی ماں باپ حلال لقمہ ہی کھائیں، ورنہ بچہ بڑا ہوکر حرام اور حلال میں تمیز نہیں کر سکے گا۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ کیجیے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''سیدنا حسن رضی اللہ عنہ چھوٹے سے تھے، انھوں نے صدقے کی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ نبیٔ کریم ﷺ نے منہ میں انگلی ڈال کر فوراً اگلوائی آپ نے اس وقت فرمایا کہ صدقہ آلِ محمد پر حرام ہے۔''②

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ اولاد کے لیے پاک اور حلال خوراک کا مہیا

---

① صحیح بخاری ، الشہادات ، باب لایشهد علی شهادة جور إذا أشهد حدیث : 2650 صحیح مسلم ، الهبات ، باب کراهة تفضیل بعض الاولاد فی الهبة ، حدیث : 1623 ② مسند أحمد : 279/2

کرنا بھی والدین کے ذمے ہے۔ والدین خود بھی حلال لقمہ کھائیں، تب ہی وہ اولاد کو حلال کھلا سکیں گے۔

اولاد کا ایک حق یہ ہے کہ والدین انھیں اچھی تعلیم دلائیں۔ اولاد سے محبت کا جذبہ تو انسانوں کے ساتھ ساتھ حیوانات میں بھی ہے۔ گائے، بھینس، بکری اور جملہ حیوان بھی اپنے بچوں کو دودھ پلاتے ہیں۔ انھیں فرطِ محبت سے چومتے ہیں، ان کی جدائی محسوس کرتے ہیں۔ ان کا بچہ مر جائے تو غم کی شدت سے دودھ دینا بند کر دیتے ہیں۔ ان کے بچے جب تک چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو جائیں، ان کی دیکھ بھال میں لگے رہتے ہیں۔ یہ فطری جذبہ، حیوانات اور انسانوں میں مشترک ہے۔ انسان اشرف المخلوقات اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہے، اسے بہت سے اعلیٰ فرائض سونپے گئے ہیں، ان میں اولاد کی تعلیم و تربیت بھی شامل ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہلِ علم سے نقل کیا ہے کہ اللہ رب العزت قیامت کے دن اولاد سے والدین کے متعلق سوال کرنے سے پہلے والدین سے اولاد کے متعلق سوال کرے گا، کیونکہ جس طرح والدین کا اولاد پر حق ہے اسی طرح اولاد کا والدین پر حق ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''جس نے اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنے میں کوتاہی کی اور اس کو نظر انداز کر دیا تو اس نے بہت بڑی غلطی کی، کیونکہ اولاد میں اکثر فساد، والدین ہی کی طرف سے آتا ہے اور اگر انھوں نے بے پروائی سے کام لیا اور دین کے فرائض و سنن کی تعلیم نہ دی تو ایسی اولاد نہ تو اپنے آپ کو فائدہ دے سکے گی اور نہ اپنے والدین کے لیے خیر کا

ذریعہ ثابت ہوگی۔ ایک باپ نے اپنے بیٹے کو اس کی بدسلوکی پر ڈانٹا تو اس نے کہا: ابا جان! آپ نے بچپن میں میرا حقِ خدمت ادا نہیں کیا تو میں نے بڑے ہوکر آپ کی نافرمانی کی ہے۔ آپ نے مجھے بچپن میں ضائع کیا تو میں آپ کو بڑھاپے میں ضائع کر رہا ہوں۔''①

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''②

والدین پر فرض ہے کہ وہ خود بھی علم حاصل کریں اور اپنی اولاد کو بھی علم کی دولت سے مالا مال کریں۔ والدہ کی گود بچے کے لیے پہلی اور بہترین درس گاہ ہے، حقیقت میں انسان کی سیرت ماں کی گود میں بنتی اور سنورتی ہے۔ بچے کا سب سے زیادہ رابطہ ماں کے ساتھ ہوتا ہے اور بچہ ماں اور اس کے ماحول کا اثر قبول کرتا ہے۔ لہٰذا والدہ ہی بچے کو ابتدائی تعلیم دے تاکہ اسے دینِ فطرت یعنی اسلام کی خوبیوں کا علم ہو اور اس کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھل سکے۔ اس کے علاوہ بچے کو سائنسی تعلیم کی ترغیب بھی دی جائے، کیونکہ سائنسی علوم کو حاصل کرنے سے انسان کارخانۂ قدرت میں اس کے قوانین سے آگاہ ہوگا اور اللہ کے احکام کے مطابق کائنات کی تسخیر کا فریضہ انجام دے سکے گا اور اس طرح حقیقی معنوں میں زمین میں خلیفہ ہونے کا خود کو حق دار ٹھہرا سکے گا۔

اولاد کا اہم حق ہے اخلاق کی تربیت۔ اسلام میں صرف ذاتی نجات کافی نہیں۔ اسلام یہ ذمے داری ہر شخص کے سپرد کرتا ہے کہ وہ دوسروں کی نجات کا بھی بندوبست

---

① تحفة المودود باحكام المولود ص: 193

② سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، حديث: 224

کرے۔ خاندان کے سربراہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اہل وعیال کی ایسی تربیت کرے کہ وہ اللہ کی عظمت کے قائل ہوں، اللہ کے احکام کو مانیں اور آخرت کی فکر کریں۔ دنیاوی خوش حالی کے علاوہ ابدی زندگی میں سرخروئی کا خیال کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔''①

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»

''بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس برس کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ اور انھیں الگ الگ سلایا کرو۔''②

نبی کریم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کے پیشِ نظر والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر تک نماز اور اخلاق کے بنیادی اصول سکھا دیں۔ عام طور پر والدین کی تربیت کا اثر ان کی اولاد میں ضرور ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کی کس قدر بے مثال تربیت کی تھی۔

---

① سورة التحريم ، آيت : 6

② سنن ابی داود ، الصلاة ، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة ، حديث : 495

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سب عورتوں سے بڑھ کر دانا تھیں۔ آپ کے بات کرنے کا انداز، حسنِ اخلاق، وقار اور متانت میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا عکس جھلکتا تھا۔

اسی طرح سیّدنا علی، سیّدنا حسن اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہم بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کی زندگیاں اسلامی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔

ایمان کے بعد دوسرا درجہ اعمالِ صالحہ کا ہے۔ قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر یہ الفاظ آئے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔''

معلوم ہوا کہ صحیح اسلامی زندگی کی گاڑی ان دو پہیوں کے بغیر نہیں چل سکتی، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اولاد میں عملِ صالح کا جذبہ پیدا کریں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ والدین خود کھلی کتاب کی طرح رہیں۔ ان کا ظاہر اور باطن ایک ہو، قول اور فعل میں کوئی تضاد نہ ہو، تاکہ وہ اولاد کے لیے نمونہ ہوں اور اولاد خود انھیں دیکھ کر اپنی اصلاح کرتی رہے۔

اب ہم بچوں کے وہ حقوق ترتیب وار بیان کریں گے جن کا ادا کرنا ماں باپ کے لیے ضروری ہے۔

اچھا نام تجویز کرنا

بچے کے اس دنیا میں آ جانے کے بعد والدین کی ذمے داری ہے کہ اس کا اچھا سا نام تجویز کریں۔ اچھے نام رکھنے سے مراد ایسے نام ہیں جن میں عبدیت (اللہ کا بندہ ہونے) کا اظہار ہو۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

«إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَاءِكُمْ إِلَى اللهِ عَبْدُاللهِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ»

''تمہارے ناموں میں سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔''①

نیک لوگوں کے ناموں پر نام رکھنا، جیسے انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر صلحاء وزھاد کے ناموں میں سے کوئی نام رکھ لیا جائے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ، فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عليه السلام»

''رات میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے۔''②

حرام وحلال کا شعور پیدا کرنا

شعور آجانے کے بعد سب سے پہلے بچے کو حرام اور حلال کے احکام سکھانے چاہئیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

''اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، اور جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، اپنی اولاد کو ان پر عمل کرنے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچنے کا حکم کرو۔ اس لیے کہ یہ تمہارے اور ان کے لیے آگ سے بچنے کا ذریعہ ہیں اور اس میں راز یہ ہے کہ جب بچہ بڑا ہو، تو وہ

---

① صحيح مسلم، الاداب، باب النهى عن التكنى بأبى القاسم و بيان مايستحب من الأسماء، حديث: 2132

② صحيح مسلم، الفضائل، باب رحمته صلى الله عليه وسلم الصبيان والعيال وتواضعه...... حديث: 2315

اللہ کے احکام پر عمل کرنے والا ہو اور ان کی بجا آوری کا اپنے آپ کو عادی بنائے۔“ ①

مطلب یہ کہ جن چیزوں سے روکا گیا ہے، ان سے بچے کو دور رکھنے کی کوشش کی جائے۔ جب بچپن ہی سے اس کا یہ رجحان بن جائے گا تو وہ اسلام کے علاوہ کسی دین اور مذہب کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔

عبادات کی ادائیگی کا حکم کرنا

اس سے اگلا مرحلہ ہے، بچے کو عبادات کا عادی بنانا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُم عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»

”اپنی اولاد کو سات سال کا ہونے پر نماز کا حکم کرو۔ جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ کر دو۔“ ②

یہاں روزے کو بھی نماز پر قیاس کیا جائے گا۔ جب بچہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو اسے روزہ رکھنے کے لیے بھی کہا جائے۔ عادت ڈالنے کے لیے اس سے روزے رکھوائے جائیں۔ باپ کے پاس گنجائش ہو تو بچے کو حج بھی کرایا جائے، اسی طرح دیگر احکام کا معاملہ ہے۔ اس میں حکمت یہی ہے کہ بچہ شروع ہی سے یہ احکام سیکھ لے، اور نوعمری ہی سے ان کو ادا کرنے کا عادی بن جائے۔ اسی طرح اللہ کی اطاعت اور اس کا شکر ادا کرنا سیکھ جائے اور اس کے ہر حکم پر گردن جھکانے کا وہ عادی

---

① تفسیر طبری: 212/28

② سنن أبي داود، الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، حديث: 495

بن جائے۔ علاوہ ازیں اسے معلوم ہو جائے کہ مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی ہے۔ بھروسہ صرف اسی ذات پر کرنا ہے اور ہر مشکل کے وقت صرف اور صرف اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔

کوشش کے ساتھ اللہ سے دعا کرنا

اچھی تربیت کے ساتھ ساتھ والدین کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے کثرت سے دعائیں کریں، کیونکہ ان کی دعاؤں میں اللہ رب العزت نے قبولیت کی تاثیر رکھی ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ»

''تین دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور اولاد کے لیے والد کی دعا۔''①

ان دعاؤں میں والدین کو چاہیے کہ صرف دنیا ہی کو پیشِ نظر نہ رکھیں بلکہ دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کی آخرت کی بھی فکر کریں، جو کہ درحقیقت ہمیشہ کا مقام ہے۔ سورۂ ابراہیم میں اللہ رب العزت نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا ذکر کی ہے:

﴿ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴾

''اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا، اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما۔''②

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے یہ دعا فرمائی تھی:

---

① سنن ابن ماجه، الدعاء، باب دعوة الوالد و دعوة المظلوم، حديث: 3862

② سورۂ ابراهيم، آيت: 40

"اے اللہ! اسے کتاب کا علم سکھا دے۔" ①

ایک مرتبہ فضل بن زید رحمہ اللہ نے ایک دیہاتی عورت کے بچے کو دیکھا اور بہت حیران ہوئے۔ انھوں نے اس عورت سے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: جب اس بچے کی عمر پانچ سال ہوگئی تو میں نے اسے استاد کے حوالے کر دیا اور اس نے قرآنِ کریم یاد کر لیا، تلاوت اور تجوید سیکھ لی، پھر اسے عمدہ اشعار یاد کرائے گئے، اپنی قوم کے قابلِ فخر کارناموں کی تعلیم دی گئی۔ اس کے آباء واجداد کے کارنامے اسے بتائے گئے۔ جب یہ بلوغت کی عمر کو پہنچ گیا تو اسے گھوڑوں پر سوار کرایا گیا، اس طرح یہ بہترین شہسوار بن گیا۔ پھر ہتھیاروں سے لیس ہو کر محلے کے گھروں کا محافظ بن گیا اور مدد کے لیے پکارنے والوں کی طرف متوجہ ہونے لگا۔

مطلب یہ ہے کہ بچہ فطرۃً توحید اور اللہ پر ایمان کی حالت میں پیدا ہوتا ہے۔ اس میں اس وقت برائی نہیں ہوتی، اس کے بعد اگر گھر میں اچھی اور عمدہ تربیت اور معاشرے میں اچھے نیک ساتھی اور اسلامی ماحول میسر آ جائے تو بلاشبہ یہ بچہ پختہ ایمان والا بن جاتا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ»

"ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔" ②

اب ذرا غور کریں، والدین اپنے بچوں کو غیر مسلموں کے سکولوں اور مشنری اداروں

---

① صحیح بخاری، العلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم علمه الكتاب، حدیث: 75

② صحیح بخاری، الجنائز، باب ماقیل فی أولاد المشرکین، حدیث: 1385

میں تعلیم دلواتے ہیں، وہاں بچے عیسائی اساتذہ سے تعلیم وتربیت حاصل کرتے ہیں۔ وہ وہاں عیسائیت کے اثرات قبول کریں گے یا نہیں؟ دوسری طرف اگر ہم انھیں اچھے دینی ادارے میں تعلیم دلوائیں، جہاں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، تو وہاں اسے قرآن اور حدیث کا علم ساتھ ساتھ ملے گا اور اس کی فطرت میں اسلام ہی رچ بس سکے گا، نہ کہ عیسائیت اور مجوسیت۔

اخلاق وکردار کی اصلاح

اخلاق اور کردار کے اعتبار سے بچے کی تربیت نہایت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں قرآنِ کریم کے الفاظ ہیں:

﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾

''اور آپ بڑے عمدہ اخلاق پر ہیں۔''①

والدین کی ذمے داری ہے کہ اولاد کے عادات واطوار اور ان کی مصروفیات کی نگرانی کریں۔ اچھے اخلاق کے حصول کے لیے ان کے دلوں میں ایمان اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا بیج بوئیں۔ بالخصوص ان کے فارغ اوقات کی نگرانی کریں اور ان اوقات کو مفید طریقے سے استعمال میں لانے کے لیے مفید مصروفیات کا اہتمام کریں۔ انھیں اچھا لٹریچر فراہم کریں تاکہ وہ گندے اور اخلاق سوز لٹریچر سے محفوظ رہ سکیں۔ انھیں قرآنِ کریم کے حفظ کرنے کی ترغیب دیں، قرآنِ کریم کا حفظ اور اس کے مفہوم ومطلب کا سمجھنا نفسوں کی پاکیزگی اور اوقات کی حفاظت کے ساتھ ساتھ علم وحکمت کے چشمے ان کے دلوں میں جاری کرنے کا سبب بنتا ہے۔

جس طرح بھلائی کی باتیں سکھلانا والدین کی ذمے داری ہے۔ اسی طرح بُرے

---

① سورۃ القلم، آیت: 4

کاموں اور برے لوگوں سے متنبہ کرنا بھی والدین اور بڑوں کی ذمے داری ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا:

«ائْذَنُوا لَهُ، بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ، أَوِ ابْنُ الْعَشِيرَةِ، فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قُلْتَ الَّذِي قُلْتَ، ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْكَلَامَ؟ قَالَ: أَيْ عَائِشَةُ، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ، أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ»

''اسے اجازت دے دو، فلاں قبیلے کا یہ برا آدمی ہے۔ جب وہ شخص اندر آیا تو آپ نے اس کے ساتھ بڑی نرمی سے گفتگو کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں (اس کے چلے جانے کے بعد) میں نے عرض کیا اللہ کے رسول! آپ نے تو اس کے متعلق اس اس طرح کہا تھا، اور پھر اس کے ساتھ نرم گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! وہ آدمی بدترین ہے جسے اس کی بدکلامی کے ڈر سے لوگ چھوڑ دیں۔''[1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا:

«يَا غُلَامُ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ

---

[1] صحیح بخاری، الأدب، باب مایجوز من اغتیاب أهل الفساد والريب، حدیث: 6054

يَضُرُّوكَ بِشَيءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلاَّ بِشَيءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الأَقْلاَمُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»

''اے صاحب زادے! میں تمھیں چند باتیں بتاتا ہوں، تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تمھاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو، اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے، اور جب مانگو تو صرف اللہ ہی سے مانگو، اور جب مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو، اور اس بات کو جان لو کہ اگر تمام مخلوق بھی تمھیں فائدہ پہنچانا چاہے تو تمھیں اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر بھی تمھیں نقصان پہنچانا چاہیں تو تمھیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔''①

والدین پر یہ بڑی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اولاد کو خیر سکھائیں۔ اخلاق کی بنیادی باتیں ان کے دل و دماغ میں راسخ کریں۔ بچپن ہی سے انھیں سچائی، امانت، استقامت، ایثار، پریشانیوں میں گھرے لوگوں کی مدد، بڑوں کا احترام، مہمانوں کا اکرام، پڑوسیوں کے ساتھ احسان اور دوسروں کے ساتھ محبت سے پیش آنے کا عادی بنائیں۔ تربیت دینے والے حضرات اس بات کے بھی ذمے دار ہیں کہ بچوں کی زبان کو گالی گلوچ، بُرا کہنے، گندے کلمات ادا کرنے اور اس طرح کی تمام چیزوں سے دور رکھیں، کیونکہ یہ چیزیں اخلاق کی خرابی کا سبب بنتی ہیں۔ یہ حضرات اس بات کے بھی ذمے دار ہیں کہ بچوں میں انسانی احساسات کا شعور بیدار کریں۔ مثلاً یتیموں کے ساتھ احسان کرنا، فقراء کے ساتھ اچھا سلوک

① جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث حنظلة، حديث: 2516

کرنا، بیواؤں اور مسکینوں پر شفقت کرنا، ان سے ہمدردی کرنا۔

چار بُری عادات

یہاں ہم بچوں میں عام طور پر پائی جانے والی چار بُری عادات کا ذکر کریں گے۔ وہ چار بُری عادات یہ ہیں: جھوٹ کی عادت، چوری کی عادت، گالی گلوچ کی عادت اور بے راہ روی اور آزادی کی عادت۔

1- جھوٹ کی عادت

اسلام کی نظر میں جھوٹ سب سے بُری خصلت ہے۔ تربیت کرنے والے تمام ذمے داروں کو چاہیے کہ اس کا بہت خیال رکھیں اور اس سلسلے میں خوب محنت کریں۔ بچوں کو اس سے ہر ممکن طریقے سے باز رکھیں۔ جھوٹ سے نفرت ان کے دلوں میں پختہ کر دیں کیونکہ جھوٹ کو نفاق کی خصلتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا، أَوْكَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعٍ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَ إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ»

''جس شخص میں چار باتیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا، جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، جب تک وہ اس کو چھوڑ نہیں دے گا۔ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، جب معاہدہ کرے تو عہد شکنی کرے جب جھگڑے تو گالی گلوچ پر اُتر آئے۔''①

① صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب إذا خاصم فجر، حدیث: 2459

اس حدیث سے جھوٹ کی قباحت ثابت ہوتی ہے۔ جھوٹ بولنے والا اللہ کی ناراضی اور نفرت میں گرفتار رہتا ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ، وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ :شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ»

''تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن گفتگو کرے گا، نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا، اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، بوڑھا زانی، جھوٹ بولنے والا بادشاہ، اور مغرور فقیر۔''①

جو شخص جھوٹ کا عادی بن جاتا ہے، وہ اللہ کے ہاں جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا»

''جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ جھوٹ برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور برائیاں جہنم کی طرف لے جاتی ہیں، اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''②

---

① صحيح مسلم، الايمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار...... حديث : 107

② صحيح مسلم ، البروالصلة ، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله حديث : 2607

لہٰذا والدین کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جھوٹ سے نفرت دلائیں اس سے انھیں روکیں، اور انھیں اس کے بُرے انجام سے ڈرائیں، اس کے نقصانات ان کے سامنے بیان کریں تاکہ وہ زندگی بھر جھوٹ کے نزدیک بھی نہ جائیں، اس کی دلدل میں نہ پھنسیں۔

مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں

نبیٔ کریم ﷺ نے تو مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے ڈرایا ہے کہ کہیں اللہ کے ہاں یہ مذاق بھی جھوٹ میں نہ لکھ دیا جائے۔ اسی طرح جس شخص نے یہ کہا کہ آؤ! فلاں چیز لے لو، اور پھر اسے کچھ نہ دیا، تو یہ بھی جھوٹ ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میری والدہ نے مجھے پکارا، اس وقت رسول اللہ ﷺ بھی ہمارے گھر میں موجود تھے۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا: آؤ! میں تمھیں یہ دوں گی۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے پوچھا: تم اسے کیا دینا چاہتی تھیں۔ میری والدہ نے کہا: میں اسے کھجور دینا چاہتی تھی۔ اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ»

''سن لو! اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو اس صورت میں یہ تمھارے لیے ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔''①

سلف صالحین اپنے بچوں کو سچ بولنے کا عادی بنایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے ڈاکوؤں کو سچ سچ بتا دیا کہ ان کے پاس چالیس دینار ہیں، تو ان کے سچ بولنے کا ڈاکوؤں پر اتنا اثر ہوا کہ انھوں نے ڈاکہ زنی جیسی بُری حرکت سے توبہ کر لی۔

① سنن ابی داود، الأدب، باب التشدید فی الکذب، حدیث: 4991

ایک نہایت خطرناک رسم

جھوٹ کی ایک نہایت خطرناک صورت، اپریل فول کی رسم ہے جو یکم اپریل کو انگریزوں کی نقالی میں منائی جاتی ہے۔اس میں کئی کمزور دل لوگ جان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ جیسے کسی نے کسی بوڑھے باپ کوفون پر کہہ دیا کہ تمہارا فلاں بیٹا حادثے میں شدید زخمی ہو گیا ہے اور وہ ہسپتال میں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے، جب کہ ایسا واقعہ پیش ہی نہیں آیا ہوتا، لیکن اس جھوٹی اطلاع سے بوڑھے ماں باپ پر جوگزرتی ہے وہ محتاجِ وضاحت نہیں، اس لیے اس قسم کی جھوٹی رسم منانے کا اسلام میں کوئی جواز نہیں۔ یہ جھوٹ کی قبیح ترین اور خطرناک ترین قسم ہے۔اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

2- چوری کی عادت

جھوٹ کے علاوہ بچوں کو عام طور پر چوری کی عادت ہو جاتی ہے۔ یہ عادت بھی جھوٹ سے کچھ کم خطرناک نہیں۔اس سلسلے میں اگر بچپن ہی سے بچے میں اللہ کا خوف اور اس کے وجود کا یقین بٹھا دیا جائے تو بلا شبہ وہ چوری، دھوکا بازی اور خیانت جیسے جرائم سے محفوظ رہے گا۔ اس لیے والدین اور تربیت کرنے والے دوسرے حضرات پر یہ فرض ہے کہ وہ بچوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین پیدا کریں، اس طرح ان میں اللہ کا خوف پیدا ہوگا۔ چوری کے بُرے اور خوفناک نتائج سے انھیں آگاہ کریں۔خیانت کے بُرے انجام سے ڈرائیں اور انھیں صاف صاف کھول کر بتا دیں کہ روزِ قیامت ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوگا۔بچوں کے پاس کوئی رقم یا کوئی اور قیمتی چیز نظر آئے تو ان سے فوراً پوچھیں، وہ یہ کہاں سے لائے ہیں۔ جو والدین یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، وہ اپنے بچوں کو چوری کا عادی بنانے میں تعاون کرتے

ہیں، بچے عام طور پر اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ چیز فلاں جگہ پڑی تھی۔ وہاں سے انھوں نے اٹھائی ہے...... یا یہ ان کے کسی دوست نے انھیں دی ہے۔ اس بارے میں بھی تحقیق کی ضرورت ہے۔

ایک شرعی عدالت نے ایک چور پر چوری کی سزا نافذ کرنے کا حکم دیا، جب سزا پر عمل درآمد کا وقت آیا تو اس نے بلند آواز میں کہا، میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری والدہ کی زبان کاٹی جائے، اس لیے کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے پڑوسی کے ہاں سے ایک انڈا چرایا تھا، میری والدہ نے نہ مجھے برا بھلا کہا، نہ انڈا واپس کرنے کے لیے کہا، بلکہ خوش ہوئی اور بولی: اللہ کا شکر ہے کہ اب میرا بیٹا پورا آدمی بن گیا ہے۔ اگر میری ماں کے پاس اس جرم پر خوشی کا اظہار کرنے والی زبان نہ ہوتی تو آج میں چور نہ بنتا۔ ان تمام بُری حرکات سے بچانے کے لیے والدہ کی بھی یہ ذمے داری ہے کہ وہ حلال لقمہ کھائے، بچے کو پاک صاف دودھ پلائے یعنی ایسا دودھ جس میں حرام کی ملاوٹ نہ ہو۔

صحیح تربیت کے چند نمونے

غلط تربیت کا ایک نمونہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ اب صحیح تربیت کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دودھ میں پانی نہ ملانے کا حکم جاری فرمایا۔ ماں بیٹی کا واقعہ آپ نے سنا ہی ہوگا۔ ماں چاہتی تھی کہ دودھ میں پانی ملا دیا جائے، جب کہ بیٹی ایسا کرنے سے انکار کر رہی تھی، وہ اسے امیر المومنین کا حکم یاد دلا رہی تھی، جب ماں نے یہ کہا کہ امیر المومنین کون سا دیکھ رہے ہیں تو بیٹی نے کہا: امیر المومنین نہیں دیکھ رہے تو اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔

عبد اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک چرواہا پہاڑ سے اتر کر ہماری طرف آیا۔ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا امتحان لینے کے لیے فرمایا: اے چرواہے، ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمارے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا: میں تو غلام ہوں، بکریاں میرے آقا کی ہیں۔ آپ نے اس سے کہا: تم اپنے آقا سے کہہ دینا، اس بکری کو بھیڑیا کھا گیا۔ چرواہا بولا: پھر اپنے اللہ کو کیا جواب دوں گا! وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما رونے لگے۔ پھر اس غلام کے ساتھ اس کے آقا کے پاس گئے اور اسے خرید کر آزاد کر دیا اور اس سے فرمایا: تمہاری اس بات نے تمہیں دنیا میں آزاد کر دیا۔ مجھے امید ہے کہ یہی بات تمہیں آخرت میں بھی نجات دلائے گی۔ ①

3- گالی گلوچ کی عادت

بچے کو گالی گلوچ سے روکنا نہایت ضروری ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ گھر کے افراد مطلقاً کسی کو گالی نہ دیں۔ تربیت کرنے والے حضرات بچے کو گلی کوچے میں آزاد نہ چھوڑیں، ورنہ وہ بُرے ساتھیوں کے ساتھ رہے گا اور گالیاں ہی نہیں اور بھی بہت سی بری باتیں سیکھ لے گا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلاَ اللَّعَّانِ وَلاَ الْفَاحِشِ وَلاَ الْبَذِيِّ»

''مومن طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعن طعن کرنے والا، فحش گو ہوتا ہے اور نہ گندی بے ہودہ باتیں کرنے والا۔'' ②

① صفة الصفوة لابن الجوزي: 188/2

② جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في اللعنة، حديث: 1977

4- بے راہ روی اور آزادی کی عادت

ہمارے معاشرے میں بے راہ روی اور آزادی نے بہت بگاڑ پیدا کیا ہے۔ بچوں کو آزاد چھوڑ دینا، انھیں کچھ کہنا، نہ کسی چیز سے ان کو روکنا۔ ہمارے اس رویے نے اولاد کو شتر بے مہار بھی بنا دیا ہے اور ہماری اسلامی اقدار و روایات سے بیگانہ اور متنفر بھی۔ ہمارا یہی رویہ بچیوں کے ساتھ بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بچیوں نے پردے کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ حالانکہ بے پردگی نہایت خطرناک ہے۔ اسلام نامحرموں کو دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

اے نبی! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور ایمان والوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی، پھر انھیں ستایا نہ جائے گا اور اللہ تو بڑی مغفرت والا، بڑی رحمت والا ہے۔ ①

اسی طرح اللہ تعالیٰ سورۂ نور میں فرماتا ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ

① سورۃ الاحزاب، آیت: 59

اِخۡوَانِهِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اَخَوٰتِهِنَّ ﴾

”(اے نبی!) آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بے شک اللہ کو سب خبر ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور آپ کہہ دیجیے ایمان والیوں سے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں، مگر جو (از خود) اس میں سے ظاہر ہو اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں، اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہر، اپنے باپ، اپنے خسر اپنے بیٹوں، اپنے خاوندوں کے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں پر۔“①

عورت کا چہرہ بھی پردہ ہے اور اس کا چھپانا بھی واجب ہے۔ اس کا کھولنا حرام ہے۔ مطلب یہ کہ بے راہ روی سے بچنے کے لیے پردہ انتہائی اہم ہے۔ اس کے بغیر بے راہ روی سے بچنا ممکن نہیں، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اپنی بیٹیوں کو پردے کا پابند بنائیں۔

بری صحبت سے بچانے کی ضرورت

والدین کی یہ ذمے داری بھی ہے کہ وہ جہاں گھر کے اندر بچے کی صحیح تربیت کریں، وہاں اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ بچہ باہر کی غلط صحبت سے بھی محفوظ رہے ورنہ شدید خدشہ ہے کہ بیرونی غلط صحبت اس کی تعلیم و تربیت کو بھی بے اثر کر دے۔ اچھی اور بُری صحبت کی تاثیر کو نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے فرمان میں یوں بیان کیا ہے:

«مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ

① سورۃ النور، آیت: 31,30

وَكِيرِ الْحَدَّادِ ، لاَ يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْتَجِدُ رِيحَهُ ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَيْتَكَ أَوْثَوْبَكَ، أَوْتَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً»

''نیک اور بُرے ہم نشیں (ساتھی) کی مثال عطر فروش اور لوہار کی بھٹی کی سی ہے۔عطر فروش کے پاس بیٹھنے سے یا تُو اس سے عطر خرید لے گا یا اس کی خوشبو سے اپنے دماغ کو معطر کر لے گا، اور لوہار کی بھٹی یا تو تیرے گھر یا تیرے کپڑے کو جلا دے گی یا اس کی بدبو سے تیرا دماغ متعفن ہو جائے گا۔''①

جو والدین اپنے بچوں کو بُرے دوستوں اور بدکرداروں سے ملنے کی کُھلی چھٹی دے دیتے ہیں تو ان کے بچے نہ صرف بُرے لوگوں کے اخلاق سے متاثر ہوتے ہیں بلکہ وہ انھی کے رنگ میں رنگے بھی جاتے ہیں۔

اسی طرح جو والدین اپنے بچوں کو فلمیں اور ڈرامے دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں، تو وہ اپنی اولاد کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتے ہیں۔

بُری صحبت سے بچانے کے ساتھ ساتھ اخلاق کو بگاڑنے والے لٹریچر سے بھی بچوں کو دور رکھنا چاہیے۔

والدین کے لیے یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ بچوں کے سکول جانے اور سکول سے آنے کی نگرانی رکھیں، ورنہ بچے بے توجہی سے فائدہ اٹھائیں گے اور گناہ کی جگہ میں وقت گزاریں گے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ ان کی کتابوں کی الماری کو بھی چیک کرتے رہیں، کہیں وہ کتابوں میں عریاں تصاویر تو چھپا کر نہیں رکھتے یا اخلاق کو خراب کرنے والے رسائل کا

---

① صحيح بخاري، البيوع، باب في العطار و بيع المسك ، حديث : 2101

مطالعہ تو نہیں کرتے۔

ہم یہاں والدین اور تربیت کرنے والے سرپرستوں کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی چند احادیث پیش کرتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ حُسْنَ الأَخْلاَقِ»

''مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں اعلیٰ ترین اخلاق کی تکمیل کروں۔''①

ابن مردویہ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾

''درگزر کی عادت اپنایئے اور نیک کام کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے پرہیز کیجیے۔''②

تو نبی کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ یعنی اس کا مطلب کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی کرو جس نے تمہارے ساتھ قطع رحمی کی ہو اور تم اس شخص کو دو جس نے تمہیں محروم کیا ہو اور اس سے درگزر کرو جس نے تم پر ظلم کیا ہو۔ یعنی یہ ہے حسنِ اخلاق۔③

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَا شَيْءٌ أَثْقَلَ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ»

''قیامت کے دن مومن کی ترازو میں حسنِ اخلاق سے بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی۔''④

---

① المؤطا، ص: 363 (حديث: 1723) ② سورة الاعراف، آيت: 199
③ الدرالمنثور للسيوطی: 281/2
④ جامع الترمذی، البروالصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق، حديث: 2002

مطلب یہ ہے کہ والدین اور تربیت دینے والوں کا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کریں اور خود کو ان پر قائم رکھیں تاکہ بچوں کے لیے بہترین نمونہ پیش کر سکیں۔ جو اہل وعیال وغیرہ ان کے ساتھ رہتے ہیں، ان کے لیے بہترین رہنما بنیں، ساتھ ہی اپنی اولاد کو چال چلن کے اسلامی آداب اور حسنِ اخلاق کی تربیت دیں تاکہ وہ ظلم کرنے والوں سے درگزر سے کام لیں۔ قطع تعلق کرنے والوں سے صلہ رحمی کریں، جو انھیں نہ دیں، یہ انھیں دیں، جو ان کے ساتھ برا سلوک کریں، یہ ان کے ساتھ نیک سلوک کریں تاکہ لوگوں میں بے مثال بن جائیں۔ زمین پر چلنے والے فرشتے بن جائیں اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے اس مبارک فرمان پر عمل کیا جائے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾

”درگزر کی عادت ڈالیے اور نیک کام کرنے کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے اعراض کیجیے۔“①

اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ نے اپنی اولاد اور شاگردوں کے حق میں اخلاقی پہلو سے کوتاہی کی تو یاد رکھیے، جن کی تربیت کا آپ پر حق ہے، وہ آزادی، بے راہ روی اور بے حیائی میں نشوونما پائیں گے۔ پھر وہ امن کے لیے خطرہ بنیں گے۔ معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا سبب بنیں گے اور قوم کے افراد ان کی معاشرتی برائیوں سے پناہ مانگیں گے۔ اس لیے اپنی اولاد کی پوری طرح نگرانی کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تربیت کی جو ذمے داری سونپی ہے، اس کو پورا کیجیے۔ اگر آپ نے صحیح طور پر یہ امانت ادا کر دی تو اپنے بچوں کو گھر میں خوشبودار مہکتے پھول کی طرح

---

① سورة الأعراف ، آیت : 199

پائیں گے۔معاشرے میں وہ ایسے فرد نظر آئیں گے جو پرسکون اور آرام سے زمین پر چلتے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ میں فرماتا ہے:

﴿ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ﴾

''اور آپ کہہ دیجیے کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے اللہ دیکھ لے گا تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مومن۔''①

جسمانی صحت وقوت کا بھی خیال رکھا جائے

اسلام نے جو بڑی ذمے داریاں والدین اور تربیت کرنے والوں کو سونپی ہیں ان میں سے ایک جسمانی تربیت بھی ہے تاکہ بچے بہترین جسمانی طاقت، چستی اور تندرستی کے مالک ہوں۔اس بارے میں جو پہلی چیز ہے، وہ بال بچوں پر خرچ کرنا ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ »

''ایک دینار وہ ہے، جس کو تم نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جس کو تم نے کسی غلام کو آزاد کرنے پر خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جس کو تم نے کسی مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے، جس کو اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔ان میں سب سے زیادہ اجر وثواب والا دینار وہ ہے جس کو تم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔''②

---

① سورۃ التوبہ ، آیت : 105

② صحیح مسلم، الزکاۃ ، باب فضل النفقۃ علی العیال ...... ، حدیث : 995

جس طرح ماں باپ کو اہل وعیال پر خرچ کرنے پر ثواب ملتا ہے، اسی طرح اگر وہ ان پر تنگی کریں، خرچ نہ کریں تو انھیں گناہ بھی ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا، أَنْ يَحْبِسَ، عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ»

''انسان کے گناہ گار ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں پر خرچ کرنے سے رک جائے جن کے خرچ کا وہ مالک ہے۔''①

اہل وعیال پر خرچ کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی اپنے بیوی بچوں کے لیے صحیح غذا، قابلِ رہائش مکان اور قابلِ استعمال لباس مہیا کرے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے اور سونے میں طبی قواعد اور حفظانِ صحت کے اصولوں کو پیشِ نظر رکھے۔ کھانے کے بارے میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانے سے بچا جائے۔ ضرورت سے زیادہ کھانے پینے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ سیدنا معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مَلأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلاَتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لاَ مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ»

''کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لیے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھ سکیں۔ پس اگر انسان زیادہ کھانا ہی چاہے تو یہ کرلے کہ ایک تہائی حصہ کھانے کے لیے رکھے، ایک تہائی

---

① صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة على العيال ......، حديث : 996

پانی کے لیے اور ایک تہائی حصہ سانس لینے کے لیے خالی رکھے۔"①

پانی کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ذکر فرماتے ہیں کہ آپ پانی تین سانسوں میں پیا کرتے تھے۔②

علاوہ ازیں برتن میں سانس نہیں لینا چاہیے، اسی طرح کھڑے ہو کر پانی پینے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ کھڑے ہو کر پینے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ سانس لیتے وقت چاہیے کہ برتن کو منہ سے دور ہٹا لیا جائے۔ اگر پانی یا دودھ پلانے کا موقع ہو تو دائیں طرف سے شروع کر کے سب کو پلایا جائے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ لایا گیا۔ آپ کے دائیں طرف ایک اعرابی اور بائیں طرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ آپ نے دودھ پی کر برتن اعرابی کو دے دیا اور فرمایا: دائیں طرف والا زیادہ حق دار ہے۔"③

اسی طرح بچوں کو سونے کے آداب سے آگاہ کیا جائے اور انھیں حالتِ طہارت میں سونے کا عادی بنایا جائے۔ انھیں تلقین کی جائے کہ وہ دائیں پہلو پر لیٹیں اور دعا پڑھنے کے بعد آغوشِ نیند میں جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے

---

① جامع ترمذی، الزهد ، باب ماجاء فی كراهية كثرة الأكل ، حديث : 2380 ومسندأحمد : 132/4

② صحيح مسلم، الأشربة، باب كراهة التنفس فی نفس الانا،...... حديث:2028

③ صحيح بخاری، كتاب المساقاة ، باب من رأى صدقة الماء وهبته ووصيته جائزة ...... حديث : 2352 وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب ادارة الماء، واللبن ونحوهما ، على يمين المبتدی، حديث : 2029

ہی سونے کا حکم دیتے تھے، چنانچہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم اپنے بستر پر آؤ تو پہلے وضو کرو پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو:

«اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لاَ مَلْجَأَ وَلاَ مَنْجَأَمِنْكَ إِلاَّ إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ»

''اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف پھیر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور اپنی پشت تیری طرف جھکا دی۔ تجھ سے امید اور رغبت رکھتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے۔ تیرے سوا کوئی پناہ گاہ ہے اور نہ کوئی نجات کی جگہ۔ میں ایمان لایا اس کتاب پر جس کو تو نے نازل کیا، اور اس نبی پر جسے تو نے بھیجا۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دعا پڑھانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان کلمات کو اپنا آخری کلام بناؤ، کیونکہ جس شخص نے ان کلمات کو پڑھا اور پھر اسی رات کو اس کی وفات ہو گئی تو وہ فطرتِ اسلام پر فوت ہوگا۔ (مطلب یہ کہ اس دعا کے بعد بس سو جاؤ)۔''①

جہادی تربیت

بچوں کو تیر اندازی، نیزہ بازی، تلوار چلانا وغیرہ سکھانا چاہیے اور آج کے دور کے مطابق بھی انھیں تربیت دینی چاہیے کیونکہ قرآن مجید نے کافروں کے خلاف

---

① صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم، حدیث: 2710

حسبِ استطاعت قوت کی تیاری کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾

''اور تم ان کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو۔''①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَي اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ»

''طاقت ور مومن بہتر اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے، اس مومن کی نسبت جو کمزور ہو۔''②

اسی لیے اسلام نے نیزہ بازی، تیر اندازی اور گھڑ سواری سیکھنے کی ترغیب دی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑی ہو کر مسجد میں حبشیوں کو دیکھا کرتی تھی، وہ لوگ مسجد میں اپنے نیزوں اور برچھیوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کے ساتھ میرے اوپر اوٹ کر دیتے تھے۔③

جہاں بچوں کو یہ فنون سیکھنے کی ہدایت فرمائی جائے وہاں یہ ہدایت بھی کی جائے کہ وہ ناز و نعم میں پڑنے سے بچیں، سادگی اختیار کریں، معمولی زندگی بسر کریں اور فنونِ حرب سیکھیں۔

چند نہایت خطرناک عادات

موجودہ دور میں بچوں، بڑوں، جوانوں اور بلوغت کو پہنچنے والے لڑکوں میں چند

---

① سورۂ انفال، آیت: 60

② صحیح مسلم، القدر، باب الإیمان بالقدر والأذعان له، حدیث: 2664

③ صحیح مسلم، صلاۃ العیدین، باب الرخصة فی اللعب الذی لامعصیة فیه فی أیام العید، حدیث: 892

نہایت خطرناک عادات نظر آتی ہیں۔ یہ عادات تباہ کن ہیں۔ ہر ممکن طریقے سے بچوں کو ان عادات سے بچانا چاہیے۔ وہ عادات یہ ہیں:

سگریٹ نوشی، منشیات اور نشہ آور چیزوں کا استعمال۔ زنا اور اغلام بازی۔

یہ وہ خوفناک اور خطرناک عادات ہیں جو انسان کو ختم کر کے رکھ دیتی ہیں اور معاشرے میں انسان عضوِ معطل بن کر رہ جاتا ہے۔ مالی نقصانات کے ساتھ ساتھ ان میں جسمانی نقصان اس قدر ہے کہ انسان زندہ لاش اور معاشرے میں ناپسندیدہ بن جاتا ہے۔ ان تمام خطرناک بیماریوں اور عادات سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ بچوں کو عبادات کا پابند بنایا جائے۔ بُری صحبت سے انھیں ہر حال میں بچایا جائے۔ ایسے بچوں کو اللہ کے خوف سے روشناس کرانا انتہائی ضروری ہے۔ نشہ آور چیزوں کو بھی اسلام واضح طور پر حرام قرار دیتا ہے۔ زنا اور اغلام بازی سے بچوں کو آتشک اور سوزاک کی ہولناک بیماری لگ سکتی ہے۔ یہ اس قدر ہولناک بیماریاں ہیں کہ انسان خود کو زندہ درگور محسوس کرتا ہے۔ پھر ان عادات سے چھوت کے امراض بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔ دور حاضر کا خوفناک ترین مرض ایڈز بھی انھی عادات سے پیدا ہوتا ہے۔ زنا اور اغلام بازی کی قرآن و احادیث میں بڑی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴾

''خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا، کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ ہے۔''[1]

---

① سورۂ بنی اسرائیل، آیت: 32

شریعت نے ان جرائم کی سزائیں بھی مقرر کی ہیں۔ زانیوں کے اعتبار سے زنا کی دو سزائیں مقرر کی گئی ہیں: کنوارے کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی جبکہ شادی شدہ کو سو کوڑے مارنا اور رجم کرنا یعنی سنگساری کی سزا۔ اس سزا میں مجرموں کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اغلام بازی کی بھی شریعت نے سزا مقرر کی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ وَجَدْتُّمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ»

''جس شخص کو تم قومِ لوط والا کام کرتے ہوئے پاؤ تو اس کام کے کرنے والے اور کروانے والے دونوں کو قتل کر دو۔''①

لہٰذا اس سلسلے میں زبردست احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ بچے کی عمر کے پہلے ہی سال اس کی حفاظت کی ذمے داری اہل خانہ پر ہے۔ بچوں کو جہاں اچھی باتوں کا درس دیا جائے وہاں انھیں خطرناک چیزوں سے بچنے کی تعلیم بھی دی جائے۔ انھیں لطیف انداز میں سمجھایا جائے کہ وہ چولہے، ہیٹر یا گرم برتن کو چھو کر خود کو نقصان نہ پہنچائیں یا جل نہ جائیں۔ دھار دار آلات اور شیشے کے برتن بچوں کی پہنچ سے دور رکھے جائیں۔ ان سب چیزوں کے خطرناک ہونے کا انھیں احساس دلایا جانا ضروری ہے۔

ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ ان کی دینی اور عقلی تربیت بھی بہت ضروری ہے۔ دینِ اسلام نے تعلیم کو لازمی اور ضروری بنایا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»

---

① سنن أبي داود، الحدود، باب فيمن عمل عمل قوم لوط، حديث: 4462

''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''①

یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اس حکم کی تعمیل میں تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں نے اپنے بچوں کو بنیادی علوم وفنون کی تعلیم دینے کی بہت کوشش کی، چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

عتبہ بن ابی سفیان رحمہ اللہ نے اپنے لڑکے کے استاد عبدالصمد کو ہدایت کی کہ وہ اسے اللہ کی کتاب کی تعلیم دیں اور پاکیزہ اشعار یاد کرائیں۔ احادیث اور عمدہ باتیں سکھائیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو فرمان جاری کیا کہ اپنے بچوں کو تیراکی اور شہسواری کی تعلیم دیں اور انھیں مشہور ضرب الامثال اور عمدہ اشعار یاد کرائیں۔

فضل بن زید رحمہ اللہ نے ایک مسلمان دیہاتی عورت کے بچے کو دیکھا، وہ انھیں بہت اچھا لگا۔ انھوں نے اس عورت سے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا: جب یہ بچہ پانچ سال کا ہوگیا تو میں نے اسے استاد کے حوالے کردیا۔ انھوں نے اسے قرآن پڑھایا اور یاد کرایا۔ اشعار سکھائے اور قوم کے قابلِ فخر کارناموں کو اختیار کرنے کی طرف رغبت دلائی اور اپنے آباء واجداد کے سے کارنامے سرانجام دینے کا جذبہ اس کے اندر پیدا کیا، پھر جب یہ بالغ ہوگیا تو میں نے اسے گھوڑے پر سوار کرایا اور گھڑسواری کی مشق کرائی، یہاں تک کہ یہ ماہر شہسوار بن گیا۔ اس نے ہتھیار استعمال کرنا سیکھ لیے، یہ جوان مردوں کی طرح چلنے لگا۔ مدد کے لیے پکارنے والے کی آواز پر اپنے کان لگانے لگا۔

---

① سنن ابن ماجه، المقدمه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، حديث:224

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص قرآن کریم سیکھ لیتا ہے، اس کی وقعت بڑھ جاتی ہے اور جو فقہ میں غور و فکر کرتا ہے، اس کی قدر و منزلت بلند ہو جاتی ہے اور جو احادیث لکھتا ہے، اس کی دلیل کی قوت مضبوط ہو جاتی ہے اور جو شخص لغت کا مطالعہ کرتا ہے اس کی طبیعت میں لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور جو حساب میں محنت کرتا ہے اس کی رائے میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

لڑکیوں کو بھی دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے

اسلام میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت بھی لازمی قرار دی گئی ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يَكُونُ لأَحَدٍ ثَلاَثُ بَنَاتٍ، أَوْ ثَلاَثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلاَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ»

''جس کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تو اسے جنت ملے گی۔''①

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے لیے کچھ دن مخصوص فرمایا کرتے تھے۔ ان دنوں میں آپ انھیں وہ باتیں سکھاتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی تھیں اور ایسا آپ نے اس لیے کیا کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی۔ اس نے کہا: اللہ کے رسول! مرد تو آپ کی احادیث سن لیتے ہیں، آپ ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر فرما دیجیے، جس میں ہم آپ کے پاس حاضر ہوں اور آپ ہمیں وہ باتیں سکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلائی ہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ فلاں دن، فلاں جگہ جمع ہو جانا۔②

---

① صحیح الأدب المفرد للألبانی : 103/1

② صحیح بخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمته من الرجال والنساء مما علمه الله ...... حدیث : 7310

فکری تربیت کا اہتمام

اسلام نے بچوں کے سلسلے میں والدین اور تعلیم دینے والوں پر ایک نہایت عظیم ذمے داری ڈالی ہے۔ وہ یہ کہ بچوں کو بچپن اور شروع ہی سے فکری اور ذہنی طور پر تیار کیا جائے۔فکری تربیت کا مقصد یہ ہے کہ ان میں ان چیزوں کا ربط اور تعلق ہو۔یعنی اسلام کے ساتھ دین اور حکومت کے اعتبار سے، قرآنِ کریم کے ساتھ نظام اور قانون کے اعتبار سے اور اسلامی تاریخ کے ساتھ عزت اور عظمت کے لحاظ سے اور اسلامی دعوت کے ساتھ نہایت جرأت مندانہ ربط اور لگاؤ کا جذبہ ہو۔

اس لیے تربیت کرنے والوں کی یہ ذمے داری ہے کہ بچہ جب سمجھ دار اور باشعور ہو جائے تو اسے مندرجہ ذیل باتیں اچھی طرح ذہن نشین کرائی جائیں:

اسلام ایک ابدی اور دائمی دین ہے اور یہ ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

دوسرا یہ کہ ہمارے آباء واجداد کو اسلام نے طاقت اور عزت بخشی تھی اس لیے کہ انھوں نے قرآنِ کریم اور اس کے احکام کو مکمل طور پر اپنایا تھا۔

تیسرا یہ کہ اسلام کے دشمن سازشوں کے جو جال بچھاتے ہیں، ان سے ان کو آگاہ کیا جائے۔

چوتھا یہ کہ اسلام کی تہذیب اور تمدن کو کھول کھول کر اس کے سامنے بیان کیا جائے۔

پانچواں یہ کہ انھیں باور کرایا جائے کہ ہماری پہچان تاریخ میں نبیٔ کریم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے سے ہے۔

چھٹا یہ کہ مسلمانوں کی عظیم الشان فتوحات اور تاریخِ اسلام کے روشن ابواب سے

انھیں روشناس کرایا جائے۔

ساتواں یہ کہ غیروں کی نقالی سے بچنے کی تلقین کی جائے اور عملاً ایسی رسموں سے بچا جائے اور بچوں کے ذہنوں میں غلط رسموں کی تباہ کاری و ہولناکی کا تصور راسخ کیا جائے۔ جیسے پیدائش کی سالگرہ کی رسم، شادی کی سالگرہ کی رسم، اسی طرح شادی بیاہ کی فضول اور غیر اسلامی رسمیں ہیں۔ اپنی اولاد کو ان سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ بڑے ان تمام رسومات سے اجتناب کریں۔ بچے اور خواتین ان پر اصرار کریں تو ان کو سمجھائیں اور پوری سختی کے ساتھ ان کی باتوں کو رد کر دیں۔

نفسیاتی تربیت

بچوں کی نفسیاتی تربیت کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ بچہ جب عقل مند اور ہوشیار ہو جائے تو اسی وقت اسے جرأت، بے باکی، صداقت و شجاعت اور بہادری کی تربیت دی جائے۔ اسے کامل اور مکمل ہونے کا شعور دیا جائے۔ وہ دوسروں کے لیے خیر اور بھلائی پسند کرے، غصے پر قابو رکھے۔ مطلب یہ کہ اسے نفسیاتی اور اخلاقی فضائل اور کمالات سے آراستہ ہونے کی تربیت دی جائے۔

اساتذہ کو چاہیے کہ بچوں کو شرمیلے پن سے بچائیں۔ خوف و دہشت، احساسِ کمتری حسد و بغض اور غیظ و غضب کی بیماری اس میں پیدا نہ ہونے دیں۔

بچوں کی غلطیوں کی اصلاح کس طرح کی جائے؟

اگر بچے سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس سلسلے میں اسلام نے بچے کی اصلاح نہایت مشفقانہ انداز میں کرنے کی ترغیب دی ہے اور علاج کا صحیح طریقہ بھی یہی ہے کہ ہم نرمی اور پیار سے اسے اس کی غلطی پر تنبیہ کریں۔ مضبوط دلیل سے اسے یہ سمجھائیں کہ اس سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے، اسے کوئی بھی عقل مند انسان پسند نہیں

کرتا۔اس طرح وہ سمجھ جائے تو ٹھیک، ورنہ پھر علاج کا دوسرا طریقہ بھی ہے اور وہ ہے نرم انداز میں سزا دینا۔

اس کی ایک نادر مثال حدیث میں بیان ہوئی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔لوگ اسے روکنے کے لیے دوڑے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«دَعُوهُ وَأَهْرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ أَوْ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ »

''اسے چھوڑ دو اور پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔اس لیے کہ تمھیں آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، نہ کہ مشکلات اور سختی پیدا کرنے کے لیے۔''[1]

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ بچے کے ضرورت سے زیادہ نازنخرے برداشت نہیں کرنے چاہئیں۔اس لیے کہ اس طرح بچے میں ضدی پن پیدا ہو جاتا ہے۔

بچے کو ہر وقت سینے سے بھی نہیں لگائے رکھنا چاہیے۔ ماؤں میں ایک نقص یہ ہے کہ بچے کو ایک منٹ کے لیے بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتیں کہ کہیں وہ چوٹ نہ کھا لے، اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔اس کے برعکس بچے کو اپنے طور پر کچھ کرنے دیا جائے۔اگر وہ میز پر چڑھ جائے یا قلم سے دیوار خراب کر دے تو ایسی صورت میں ماں کو چاہیے کہ بچے کو اچھے طریقے سے سمجھائے۔ زیادہ نازنخرے اٹھانے کی بیماری ان گھروں میں زیادہ پائی جاتی ہے جہاں لڑکیاں زیادہ ہوں اور لڑکا بس ایک ہی ہو۔سو اس لڑکے سے اتنا لاڈ پیار کیا جاتا ہے کہ وہ بگڑ جاتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، الأدب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا، حدیث :6128

بچوں کے درمیان مساوات کا اہتمام

ماں باپ اور اساتذہ اگر بچوں میں مساوات برقرار نہیں رکھیں گے، ایک کو دوسرے پر ترجیح دیں گے، تو اس سے بھی بچے نفسیاتی مریض بنیں گے، ترجیحی سلوک حد درجے خطرناک ہے۔ لہٰذا والدین اور تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ تمام بچوں میں برابری قائم رکھیں، کیونکہ یکساں سلوک نہ کرنے سے نفرت جنم لیتی ہے۔ لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، بچے ماں باپ سے بدظن یا باغی ہو جاتے ہیں۔

بچوں میں لینے دینے کے معاملے میں مساوات اور برابری کرنے کی بڑی تاکید ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَاءِكُمْ، اعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَاءِكُمْ»

''اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔ اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔''①

مذکورہ حدیث کی تفصیل صحیح بخاری میں سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ ان کے والد انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور عرض کیا: میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہدیۃً دیا ہے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے ہر بیٹے کو ایسا ہی ہدیہ دیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا: جی نہیں، ایسا تو نہیں ہے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اسے بھی واپس لے لو، یعنی غلام دینا ہے تو سب کو دو، ورنہ اسے بھی نہ دو۔②

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے والد سے فرمایا:

---

① مسند أحمد : 275/4

② صحیح بخاری، الهبة و فضلها والتحريض عليها ، باب الهبة للولد، حديث : 2586

«فَاتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ»

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرو۔''

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد واپس لوٹے اور اس ہدیے کو واپس لے لیا۔ ①

ان مثالوں سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اولاد میں عدل و انصاف مساوات اور محبت میں برابری کرنی چاہیے تا کہ ان میں کسی قسم کی تفریق پیدا نہ ہو۔

یتیم کی کفالت کرنے کی فضیلت

اسلام نے یتیم بچے کا بھی بہت خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔اس کی تعلیم وتربیت کھانے پینے اور دوسری ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کی تاکید اور فضیلت بیان کی ہے تا کہ معاشرے میں وہ ایک ایسا فرد بنے جسے اپنی ذمے داریوں کا احساس ہو۔ اپنے فرائض کو پورا کرے اور اپنے ذمے واجب دوسروں کے حقوق کو ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الماعون میں فرماتا ہے:

﴿ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۞ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ﴾

''کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔''②

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یتیم کے ساتھ بدسلوکی وہی کرتا ہے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتا۔ آخرت پر یقین رکھنے والا کبھی یتیم کے ساتھ بے رحمانہ معاملہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

---

① صحیح بخاری، الهبة و فضلها والتحريض عليها ، باب الإشهاد فی الهبة حدیث : 2587
② سورة الماعون ، آیت : 2,1

نبیِ اکرم ﷺ نے بھی یتیم کا بہت خیال رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس کی کفالت پر اُبھارا ہے اور اس کی دیکھ بھال کو واجب قرار دیا ہے۔ اس کے سر پرست کو اس کا خیال رکھنے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ ساتھ ہی جنت میں اپنے قریب ترین ساتھی ہونے کی بشارت بھی سنائی ہے۔ سیدنا سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ ، وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَىٰ»

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور نبیِ کریم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ فرمایا۔''①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ : الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ»

''اے اللہ! میں دو ضعیفوں یعنی یتیم اور عورت کے حقوق کے غصب کرنے کو حرام کرتا ہوں۔''②

یعنی جو کوئی ان کا حق مارے گا وہ حرام کام کرے گا۔ یتیم کی دیکھ بھال اور کفالت اس کے رشتے داروں اور قرابت داروں پر واجب ہے۔ اس لیے وہ ان کے ساتھ خصوصی شفقت، توجہ اور دیکھ بھال سے کام لیں اور اپنے عمل سے انھیں یہ محسوس کرا دیں کہ محبت اور برتاؤ میں وہ ان کے لیے ان کی اولاد سے کم نہیں ہیں۔

---

① جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الیتیم وکفالته، حدیث:1918

② سنن ابن ماجه ، الأدب ، باب حق الیتیم ، حدیث : 3678

غربت زدہ بچوں کی بھی خبر گیری کی جائے

غربت کی حالت میں جو بچے آنکھ کھولتے ہیں، وہ طرح طرح کی محرومیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں کی بھی خبر گیری کی جائے اور ان سے حسبِ ضرورت وحسبِ گنجائش تعاون کیا جائے۔ اسی لیے اسلام نے زکوٰۃ کا نظام مقرر فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اہلِ یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے جو ہدایات دیں، ان میں ایک ہدایت یہ بھی تھی:

«فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَاءِهِمْ»

''ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقیروں پر تقسیم کی جائے گی۔'' ①

اب اگر مال دار لوگ زکوٰۃ نہ نکالیں تو گویا ایسے لوگ فقرا کو بے بسی میں مبتلا کریں گے اور اسلام نے اس مسلمان کو مسلمان شمار نہیں کیا جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوک کا شکار ہو اور اسے اس کی خبر بھی ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

«لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ»

''وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھالے اور اس کے پہلو میں (رہنے والا) پڑوسی بھوکا ہو۔'' ②

بغض اور حسد سے بچایا جائے

بچے کو بغض اور حسد کی بیماری سے بچانے کی بھی شدید ضرورت ہے۔ حسد کا

---

① صحیح بخاری، الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، حدیث: 1395

② سلسلة الأحاديث الصحيحة للالبانی: حدیث 149

مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے۔ یہ ایک خطرناک معاشرتی بیماری ہے۔ والدین اور اساتذہ اگر بچوں کی اس بیماری کا علاج نہیں کریں گے تو لازمی طور پر اس کے بدترین اور خطرناک نتائج نکلیں گے۔ حسد کی ابتدا دراصل گھر سے اس وقت شروع ہوتی ہے جب نیا بچہ پیدا ہوتا ہے اور تمام تر توجہ اس نئے بچے پر مرکوز کر دی جاتی ہے تو بڑے بچوں میں اس کے خلاف حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ گویا حسد کے مادے کی ابتدا ہے۔ لہٰذا ماں باپ اور اساتذہ کو چاہیے کہ بچوں میں برابری اور عدل و انصاف کا خاص لحاظ رکھیں۔ بڑے بچے کو ہرگز یہ محسوس نہ ہونے دیں کہ چھوٹے بھائی کی آمد کی وجہ سے اس سے کم محبت کی جا رہی ہے۔ حسد کی خطرناکیوں سے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو ڈرایا ہے جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا»

”ایک دوسرے سے بغض مت رکھو، ایک دوسرے سے حسد مت کرو اور ایک دوسرے سے دشمنی مت رکھو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔“①

سیدنا ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا لَمْ يَتَحَاسَدُوا»

”لوگ اس وقت تک خیریت سے رہیں گے جب تک حسد نہ کریں۔“②

حسد اور رشک میں فرق

رشک کو عربی میں غِبطَه کہتے ہیں اور یہ جائز ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انسان

---

① صحیح مسلم، البر والصلة ، باب تحریم التحاسد والتباغض والتدابر، حدیث:2559
② مجمع الزوائد 149/8 :(13045)

کسی شخص کو علم و فضل میں، مال و دولت میں یا جاہ و منصب میں اپنے سے بہتر اور برتر دیکھے، تو خوش ہو اور آرزو کرے کہ کاش مجھے بھی اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں عطا فرمائے۔ رشک میں انسان ان جیسی نعمتوں اور خوبیوں کی آرزو اور دعا کرتا ہے، جب کہ حسد یہ ہے کہ دوسرے کو اپنے سے برتر دیکھ کر جلتا اور کڑھتا ہے اور اس سے ان نعمتوں کے چھن جانے کی آرزو کرتا ہے۔ اس لیے حسد ممنوع ہے اور رشک کرنا جائز ہے۔

غصہ اور اس کی اقسام

غصہ ایک اخلاقی کمزوری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایک جبلی وصف ہے یعنی یہ انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: پسندیدہ اور ناپسندیدہ۔ یہ ناپسندیدہ تب ہے جب انسان غصے میں قابو سے باہر ہو جائے۔ جذبات پر اس کا اختیار نہ رہے اور ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرے جن پر بعد میں اسے پچھتانا پڑے۔ یہ یقیناً اخلاقی کمزوری ہے اور انسان کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ غصے کی دوسری قسم پسندیدہ ہے اور وہ ہے حق کی حمایت میں غضب ناک ہونا۔ اس کے بڑے فوائد ہیں۔ ہم میں غصہ نہ ہو تو کسی بھی معاملے میں غیرت نہیں کھائیں گے۔ اسلام دشمنوں کے خلاف حرکت میں نہیں آئیں گے۔ اسلامی احکام کی خلاف ورزیوں کے خلاف ہم ٹس سے مس نہیں ہوں گے، آبرو کی حفاظت نہیں کریں گے۔ اس لیے یہ غصہ عنداللہ پسندیدہ اور محمود ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کو بھی بعض موقعوں پر غصہ آتا تھا۔

جس غصے سے منع فرمایا گیا ہے یا جس پر قابو رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ ہے ذاتی مصلحت، ذاتی انا وغیرہ کی وجہ سے آنے والا غصہ۔ بات بات پر دوسروں پر غصہ جھاڑنا، اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ گھریلو جھگڑے بڑھتے ہیں، میاں

بیوی میں طلاق تک کی نوبت آ جاتی ہے، ایسے غصے سے منع فرمایا گیا۔ بچوں کو تربیت کے ذریعے سے اس غصے پر قابو پانے کے قابل بنایا جائے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا:

«فَمَا تَعُدُّونَ الصُّرَعَةَ فِيكُمْ؟ قَالَ: قُلْنَا الَّذِي لاَ يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ لَيْسَ بِذٰلِكَ، وَلَكِنَّهُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ»

''تم اپنے میں پہلوان کسے سمجھتے ہو؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا: جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔'' ①

تربیت دینے والوں کو چاہیے کہ پہلے بچے میں غصے کے اسباب کا پتا چلائیں پھر ان اسباب کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ بچے کو اگر کھانا وقت پر نہیں ملتا تو اسے وقت پر کھانا دیا جائے۔ غصہ اگر کسی بیماری کی وجہ سے ہے تو اس بیماری کا علاج کروایا جائے۔ اس کی توہین ہونے پر غصہ آتا ہو تو توہین سے پرہیز کیا جائے۔ بلا وجہ ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے۔ اگر اس کا مذاق اڑایا جائے اور اسے غصہ آتا ہو تو مذاق اڑانے سے پرہیز بہت ضروری ہے۔

غصے کا نبوی علاج

بچے کو غصے کا وہ علاج بھی بتایا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بتایا ہے۔ سیدنا سلیمان بن صُرَد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور (قریب ہی) دو آدمی گالی گلوچ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا منہ سرخ اور

---

① صحیح مسلم، البروالصلة، باب فضل من یملك نفسه عندالغضب......... حدیث: 2608

گردن کی رگیں پھول گئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي لأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ»

''مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر یہ شخص اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ اگر یہ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے (تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔)''①

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ»

''جب کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اس طرح کرنے سے اگر غصہ دور ہو جائے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔''②

یہ ہدایات نہایت اہم ہیں۔ بچوں کو اچھی طرح سمجھائی جائیں۔

اجتماعی اور معاشرتی تربیت کی ضرورت

اجتماعی اور معاشرتی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ بچے کو شروع ہی سے ایسے اعلیٰ معاشرتی آداب اور عظیم نفسیاتی اصولوں کا عادی بنایا جائے جن کی بنیاد پر وہ معاشرے کا ایک مثالی فرد بن سکے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے اس میں تقویٰ پیدا کیا جائے۔ تقویٰ کا مطلب ہے کہ بچہ اللہ کو خالق و مالک جانے، اس کا خوف اس کے دل میں ہو، اس کے عذاب

---

① صحيح بخاری، الأدب، باب الحذر من الغضب، حديث: 6115

② سنن أبی داود، الأدب، باب مايقال عند الغضب، حديث: 4782

سے ڈرے، اس کی معافی کی امید رکھے۔ علماء نے تقویٰ کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس جگہ نہ دیکھے جہاں سے اس نے اسے منع کیا ہے اور وہاں سے غائب نہ ہو جہاں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ بعض علماء نے تقویٰ کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ اچھے اعمال کر کے اللہ کے عذاب سے بچنا اور ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے خوف کھانا۔ اسی لیے قرآنِ کریم نے بہت سی آیات میں تقویٰ کی فضیلت کا ذکر کیا ہے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کی جائے

تقویٰ کے بعد اخوت کا نمبر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ حجرات میں فرماتا ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾

''بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''①

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ»

''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔''②

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»

''تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''③

---

① سورۂ حجرات، آیت: 10
② صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الظلم، حدیث: 2580
③ صحیح بخاری، الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه...... حدیث: 13

یہ ہے اخوت۔ اس سے اسلامی معاشرے میں ایسی خوش گوار فضا قائم ہوتی ہے کہ غیر مسلم قومیں اس کی مثال پیش نہیں کر سکتیں۔ مطلب یہ کہ اپنی اولاد میں اخوت کے جذبات پیدا کیے جائیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط پڑا، انھی دنوں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلے کے اونٹ آئے۔ تاجروں نے اس غلے کو مہنگے داموں خریدنا چاہا، لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس غلے کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ ایسی اخوت کے جذبات بچے میں پیدا کیے جائیں۔

پیار محبت کا برتاؤ کیا جائے

اسلامی معاشرے میں اخوت کے ساتھ رحم اور شفقت بھی اہم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ»

''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''①

ایثار کا جذبہ پیدا کیا جائے

رحم کے جذبے کے ساتھ بچوں میں ایثار کا جذبہ بھی پیدا کیا جائے۔ ایثار ایک بہت اعلیٰ خصلت ہے۔ ایثار اگر اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے تو یہ ایمان کی صداقت اور باطن کی صفائی کی علامت ہے۔ ایثار کا مطلب ہے، دوسروں کے لیے قربانی دینا، اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینا۔

① جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الناس، حدیث: 1924

عفوودرگزر کی عادت ڈالی جائے

ایثار کے علاوہ بچوں میں عفوودرگزر کا مادہ پیدا کیا جائے۔ یہ بھی ایک شاندار نفسیاتی شعور ہے۔ کوئی ہم سے زیادتی کرے اور ہم اس سے درگزر کریں۔ اسے معاف کردیں۔ چاہے زیادتی کرنے والا ظالم اور سرکش ہی کیوں نہ ہو اور مظلوم بدلہ لینے پر قادر ہو۔ ایسا کرنا تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ ﴾

"اور تمہارا معاف کردینا تقویٰ کے بہت نزدیک ہے اور آپس کی فضیلت اور بزرگی کو فراموش نہ کرو۔"①

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے عفوودرگزر کی فضیلت اور حکمت کو یوں بیان کیا ہے:

﴿ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴾

"اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی، آپ نیکی سے بدی کو ٹال دیا کیجیے تو پھر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور آپ میں عداوت ہے، وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کہ دلی دوست ہو۔"②

یعنی درگزر کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن بھی دوست بن جائے گا۔

جرأت و بہادری کا جذبہ پیدا کیا جائے

عفوودرگزر کے بعد جرأت اور بہادری کے جذبات پیدا کرنا بھی بہت ضروری

---

① سورۂ بقرہ، آیت: 237 ② سورۂ حم السجدہ، آیت: 34

ہے۔ یہ ایک عمدہ نفسیاتی قوت ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ»

''بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔''①

یعنی حق بات کہنے کی جرأت بچے میں پیدا کریں۔ وہ جہاں بھی ہو، جس حال میں بھی ہو، اس میں حق بات کہنے کا حوصلہ ہو۔

حقوق کی پاسبانی کا جذبہ پیدا کیا جائے

بچے کے سامنے دوسروں کے حقوق کی اہمیت وفضیلت واضح کی جائے تا کہ وہ دوسروں کے حقوق کو پہچانے اور ان کی پاسبانی کرے۔ بچے کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے ذمے دوسروں کے کیا حقوق ہیں۔ والدین کے حقوق کیا ہیں، رشتے داروں کے حقوق کیا ہیں، پڑوسی کا حق کیا ہے، استاد کا حق کیا ہے، ساتھی کا حق کیا ہے اور بڑوں کے حقوق کیا ہیں؟ تا کہ وہ انھیں احسن طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کرے۔

حیا کی اہمیت وفضیلت سے آگاہ کیا جائے

حیا ایک اہم وصف ہے جسے بچوں میں پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ یہ ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو برائیوں کے چھوڑنے پر ابھارتی ہے۔ ہر حق دار کو اس کا حق دینے پر مجبور کرتی ہے۔ اس لیے حیا ہر طرح سے خیر ہی خیر ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ»

---

① سنن أبي داود، الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث: 4344 وجامع الترمذي الفتن، باب ماجاء افضل الجهاد...... حديث: 2174

''فحاشی اور بے حیائی جس چیز میں بھی ہوتی ہے، اسے عیب دار بنا دیتی ہے اور حیا جس چیز میں بھی ہوتی ہے، اسے مزین اور آراستہ کر دیتی ہے۔''①

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْحَيَاءُ مِنَ الإِيمَانِ»

''حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔''②

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا، وَخُلُقُ الإِسْلاَمِ الْحَيَاءُ»

''ہر دین کی ایک عادت، ایک مزاج اور ایک خاص امتیاز ہوا کرتا ہے، اور اسلام کا خاص امتیاز حیا ہے۔''③

---

① جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی الفحش، حدیث: 1974

② صحیح بخاری، الأدب، باب الحیاء، حدیث: 6118 وصحیح مسلم الأیمان، باب بیان عدد شعب الإیمان وأفضلها وأدناها...... حدیث: 35

③ سنن ابن ماجه، الزهد، باب الحیاء، حدیث: 4181

معاشرتی آداب

بچوں کو عمومی معاشرتی آداب کا پابند کرنا، یہ بھی بہت اہم ہے۔ بچے کی معاشرتی تربیت کے سلسلے میں اسلام نے جن قواعد کو مقرر کیا ہے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو شروع ہی سے عمومی معاشرتی آداب کا عادی بنایا جائے، اہم بنیادی تربیتی اصول اسے سکھائے جائیں، بلکہ اس کی عادت میں شامل کر دیے جائیں تاکہ بچہ جب ذرا بڑا ہو تو دوسروں کے ساتھ اس کا برتاؤ اور معاملہ بہت اچھا اور ہمدردانہ ہو۔ اسلام نے بچے کی اخلاقی تربیت اور معاشرتی و اجتماعی شخصیت سازی کے لیے تربیتی اصول مقرر کیے ہیں، اس سلسلے میں ہم ذیل میں درج عنوانات کے تحت بات کریں گے۔

کھانے پینے کے آداب، سلام کے آداب، اجازت طلب کرنے کے آداب، مجلس کے آداب، بات چیت کے آداب، مزاح اور مذاق کے آداب، مبارکباد دینے کے آداب، بیمار پرسی کے آداب، تعزیت کے آداب، چھینک اور جمائی کے آداب۔

کھانے پینے کے آداب

بچوں کو کھانے کے آداب سکھانے چاہئیں اور یہ نوٹ کرنا چاہیے کہ وہ ان پر کتنا عمل کر رہے ہیں۔ بچوں کو بتایا جائے کہ کھانے سے پہلے اگر ہاتھ گندے ہوں تو دھو لیے جائیں اور اسی طرح کھانے کے بعد اگر ہاتھ چکنے یا گندے ہو جائیں تو ہاتھ دھولیں۔ ساتھ ہی انھیں بتایا جائے کہ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔

چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللهِ فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ»

''جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرے اگر اللہ کا نام لینا بھول جائے تو یہ کہے: بِسْمِ اللهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ یعنی میں اس کے شروع میں اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاتا ہوں۔''①

کھانا کھانے کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھ لیتا ہے اس کے سابقہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ وہ دعا یہ ہے:

«الْحَمْدُ للهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هٰذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلاَ قُوَّةٍ»

''ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے یہ کھانا مجھے کھلایا اور مجھے یہ کھانا عطا کیا بغیر میری کسی طاقت کے اور بغیر میری کسی قوت کے۔''②

کھانے کے آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کھانے کی برائی نہ کی جائے۔ اچھا لگے تو کھالیں، پسند نہ آئے تو چھوڑ دیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کھانے میں عیب جوئی کو ناپسند فرمایا ہے۔

کھانا دائیں ہاتھ سے کھائیں۔

برتن کے ہر طرف سے نہ کھائیں بلکہ اپنے سامنے سے کھائیں۔

کھانا ٹیک لگا کر نہ کھائیں۔

کھانے کے دوران میں بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے باتیں کرلیا کرتے تھے۔

---

① سنن ابی داود، الأطعمة، باب التسمية على الطعام، حديث : 3767 و جامع الترمذی، الأطعمه، باب ماجاء فی التسمية على الطعام، حديث : 1858

② جامع الترمذی، الدعوات، باب مايقول اذا فرغ من الطعام، حديث : 3458

اگر آپ کسی کے گھر مہمان ہیں تو کھانے کے بعد اس کے حق میں دعا کریں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گھر تشریف لے گئے تو وہ روٹی اور زیتون کا تیل لائے۔ کھانے سے فراغت کے بعد آپ نے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی:

«أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلاَئِكَةُ»

''روزہ رکھنے والے لوگ تمہارے پاس روزہ افطار کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجیں۔''①

کھانے کا ایک ادب یہ ہے کہ اگر کھانے میں کوئی بڑا شریک ہو تو پہلے اسے کھانا شروع کرنے دیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہیں ڈالتے تھے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں ہاتھ نہ ڈالیں۔''②

کھانے کا ایک اہم ادب یہ ہے کہ کھانے سے فراغت کے بعد ہاتھ دھونے سے قبل انگلیاں چاٹ لی جائیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے کی کوئی چیز نوش فرماتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔''③

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى

---

① سنن أبی داود، الأطعمه، باب فی الدعاء لرب الطعام اذا أكل عنده، حدیث: 3854
② صحیح مسلم، الأشربه، باب آداب الطعام والشراب و أحكامهما، حدیث: 2017
③ صحیح مسلم، الأشربه، باب استحباب لعق الأصابع...... حدیث: 2032

وَلْيَأْكُلْهَا، وَلاَ يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلاَ يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لاَ يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ»

''جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے چاہیے کہ اس کو اٹھا لے اور اگر اس پر کچھ لگ گیا ہو تو صاف کر کے کھا لے۔ اس کو شیطان کے لیے نہ پڑا رہنے دے، اور اپنے ہاتھ رومال سے صاف کرنے سے پہلے اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔''①

پینے کے آداب

پینے کا ادب یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر پییں اور تین سانسوں میں پییں۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ آج کل دعوتوں میں لوگ کھڑے ہو کر اور چل پھر کر کھاتے ہیں، یہ طریقہ ناپسندیدہ ہے۔ جب کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر کھائیں پییں۔

کھانا بہت زیادہ نہ کھائیں، کیونکہ کھانے کی زیادتی معدے کی کمزوری اور سستی و کاہلی کا سبب ہے۔ کھانا تھوڑا کھائیں اور اس وقت کھائیں جب بھوک لگے۔ ہر وقت یا تھوڑے تھوڑے وقفے سے مسلسل کھاتے رہنا نظامِ انہضام کو خراب کر دیتا ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے کم کھانے کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَا مَلأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلاَتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لاَ مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ»

---

① صحيح مسلم، الأشربة، باب لعق الأصابع والقصعة...... حديث: 2033

''کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے برا برتن نہیں بھرا۔ ابنِ آدم کے لیے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں، لیکن اگر تم اور زیادہ کھانا چاہتے ہو تو ایک حصہ کھانے کے لیے اور ایک حصہ پانی کے لیے اور ایک حصہ سانس لینے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے۔''①

سلام کرنے کے آداب

سلام کرنے کے آداب بھی بچے میں پختہ کیے جائیں۔

بچوں کو بتائیں کہ کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ اجازت کے بعد جب گھر میں داخل ہوں تو اہلِ خانہ کو سلام کریں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النور میں فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ﴾

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت نہ حاصل کرلو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔''②

سلام کرنا بڑی فضیلت والا عمل ہے۔ ایک دوسرے کو سلام کہنے سے آپس میں پیار محبت بڑھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لاَ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلاَ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلاَمَ بَيْنَكُمْ»

---

① جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی کراهية كثرة الأكل، حديث: 2380

② سورة النور، آیت: 27

”تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو گے جب تک مومن نہ بن جاؤ اور مومن اس وقت تک نہیں بنو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں ایک ایسی چیز نہ بتادوں کہ جب تم وہ کرلو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔“①

تربیت دینے والوں کو چاہیے کہ بچوں کو سلام کے طریقے بتائیں۔

اجازت طلب کرنا

جو بچے ابھی سنِ بلوغت کو نہیں پہنچے، انھیں تعلیم دیں کہ وہ گھر میں آنے کی اجازت مانگا کریں۔ خاص طور پر تین اوقات میں۔ فجر سے پہلے، اس لیے کہ اس وقت لوگ بستروں میں سوئے ہوتے ہیں۔ دوپہر کے وقت، کیونکہ یہ قیلولے کا وقت ہوتا ہے۔ تیسرا عشاء کے بعد کہ یہ آرام اور سونے کا وقت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النور میں فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ ﴾

”اور تمہارے بچے بھی جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح اُن کے اگلے لوگ اجازت مانگتے ہیں اُنھیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہیے۔“②

قرآنِ کریم کی ان ہدایات سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اسلام بچوں کی معاشرتی تربیت اور کردار و اخلاق سازی کا بہت اہتمام کرتا ہے تاکہ بچہ جب سنِ بلوغ کو پہنچے تو وہ آداب اور اخلاق میں اور اپنی تمام زندگی میں ایک کامل انسان ہو۔

---

① صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أنه لايدخل الجنة إلا المؤمنون ...... حديث:54 ② سورة النور، آيت : 59

اجازت لینے کے آداب

اجازت لینے کے بہت سے آداب ہیں۔ تربیت دینے والے وہ تمام آداب بچوں کو سکھائیں۔ مثلاً یہ کہ دروازے پر بہت زور سے دستک نہ دیں، ایک مرتبہ دستک دینے کے بعد انتظار کریں، دستک پر دستک نہ دیے جائیں۔ انتظار کے بعد دوسری دستک دیں اور پھر انتظار کریں۔ پھر تیسری مرتبہ دستک دیں اور انتظار کے باوجود کوئی جواب نہ آئے، تو واپس چلے جائیں۔ دروازہ کھٹاکھٹا کر سارے محلے کو پریشان نہ کریں۔ یہی معاملہ گھنٹی بجانے کا ہے، یہ بھی آہستہ سے صرف ایک مرتبہ بجائیں انتظار کے بعد دوسری مرتبہ بجائیں، پھر انتظار کے بعد تیسری مرتبہ بجائیں اور جواب نہ ملنے پر لوٹ جائیں۔ گھنٹی بھی اس طرح بے ہنگم طریقے سے نہ بجائیں کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں۔ اسی طرح آرام کے اوقات میں دستک دینے یا گھنٹی بجانے سے گریز کریں۔ علاوہ ازیں اجازت طلب کرتے وقت دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوں بلکہ ایک طرف کو ہٹ کر کھڑے ہوں۔

مجلس کے آداب

بچوں کو مجلس کے آداب سکھانا بھی بہت ضروری ہے۔ مجلس کے آداب یہ ہیں کہ مجلس میں جس سے ملیں، اس سے مصافحہ کریں۔ صاحبِ مکان جس جگہ بٹھائے، اسی جگہ بیٹھ جائیں، لوگوں کے درمیان میں جا کر نہ بیٹھیں۔ دو شخص بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان نہ بیٹھیں۔ مجلس میں آنے والوں کو چاہیے کہ وہیں بیٹھ جائیں، جہاں مجلس ختم ہو رہی ہے، لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کریں۔

مجلس میں تین شخص ہوں تو دو شخص مل کر تیسرے سے پوشیدہ کوئی بات نہ کریں۔

یعنی سرگوشی نہ کریں۔ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے مجلس سے اٹھ کر چلا جائے اور پھر مجلس میں آ جائے تو اپنی جگہ کا وہی حق دار ہے۔

مجلس سے رخصت ہوتے وقت اجازت طلب کرنی چاہیے۔ مجلس کے دوران میں ادھر ادھر کی فضول باتوں کے ازالے کے لیے کفارے کی دعا ضرور پڑھ لیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے، تو یہ دعا پڑھتے تھے:

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ»

''اے اللہ میں تیری پاکیزگی اور تیری حمد بیان کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ ہی سے میں مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔''①

گفتگو کے آداب

مجلس کے آداب کے علاوہ والدین اور اساتذہ کو چاہیے کہ وہ بچوں کو بات چیت کے آداب بھی سکھائیں۔ انھیں بتائیں کہ گفتگو آرام سے کیا کریں، گفتگو بہت طویل نہ ہو کہ سننے والا اُکتا جائے۔ گفتگو کرنے والے کی گفتگو پوری توجہ سے سننی چاہیے۔

بات کرنے والا جن سے مخاطب ہے، ان سب کی طرف توجہ دے۔ مجلس میں موجود لوگوں سے دل لگی اور خوش کلامی بھی کریں تاکہ دلچسپی برقرار رہے۔

---

① مسند أحمد: 269/2

مذاق ومزاح کے آداب

بچوں میں مذاق کی بہت عادت ہوتی ہے۔ انھیں بتایا جائے کہ مذاق کے بھی آداب ہیں۔ مذاق میں حد سے نہیں گزرنا چاہیے۔ کسی سے ایسا مذاق ہرگز نہ کریں جس سے اسے تکلیف ہو۔ کسی کے ساتھ برائی کی نیت سے ہرگز مذاق نہ کریں۔ مذاق میں جھوٹی بات نہ کہیں۔

خوشی کے موقع پر مبارک باد دینے کی عادت ڈالیں

بچے کی تربیت، شخصیت سازی اور اس کی معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں جن معاشرتی آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے ان میں یہ بات بھی شامل ہے کہ بچے کو مبارک باد دینے کا عادی بنایا جائے، اسے سکھایا جائے کہ اس کا طریقہ اور اصول کیا ہیں۔ ہم اس کی کچھ تفصیل عرض کیے دیتے ہیں۔

مسلمان اپنی زندگی میں جو بھی نیک کام کرتا ہے، اس کا پھل اسے ضرور ملتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اسے اجر وثواب بھی ملتا ہے۔ ایسی حالت میں مسلمان کو مبارک باد پیش کرنا، اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اور اسے خوش کرنا اسلام کی نظر میں بہت بڑی نیکی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی تو کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا: اے کعب بن مالک! مبارک ہو۔ [1]

یہ گویا احادیث کی روشنی میں مبارک باد دینے کا ثبوت ہے۔ سنتِ نبوی ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ ہم ایسے عمدہ کلمات اور بہترین دعاؤں کے ساتھ مبارک باد دیں جن کا سیکھنا مسلمان پر لازمی ہے اور مناسب وقت پر ان کلمات سے مبارک باد کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ مثلاً

---

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، حدیث: 4418

بچے کی پیدائش پر مبارک باد دی جائے۔

سفر سے واپس آنے والے کو مبارک باد دی جائے۔

کوئی جہاد سے لوٹ کر آئے تو اسے مبارک باد دی جائے۔

نکاح اور شادی پر مبارک باد دی جائے۔

عید کے موقعے پر مبارک باد دی جائے۔

اسی طرح احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کریں۔ مبارک باد پیش کرنے کے ساتھ ساتھ کسی کو ہدیہ بھی پیش کر سکتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَهَادَوْا تَحَابُّوا»

''ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، اس سے باہم محبت پیدا ہوتی ہے۔''①

تحفے تحائف دینا جہاں باہم اُلفت اور پیار میں اضافے کا سبب ہے وہاں باہم حسد وبغض اور کینے کو ختم کرنے کا سبب بھی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَغَرَ الصَّدْرِ»

''باہم تحفے تحائف دیا کرو۔ کیونکہ تحفہ سینے کے کینہ وبغض کو ختم کر دیتا ہے۔''②

بیمار پرسی کے آداب

بیمار پرسی کرنا بھی ایک معاشرتی ادب ہے۔ اس کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے اور بچوں کو اس کا عادی بنانے کی ضرورت ہے۔ بیمار کی بیمار پرسی کے بھی کچھ آداب ہیں۔ بیمار پرسی ان آداب کا خیال رکھتے ہوئے کرنی چاہیے۔ اس طرح بچے میں

---

① صحیح الادب المفرد للالبانی: 240/2 ② مسند أحمد: 405/2

دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے کا احساس پیدا ہوگا۔ بچہ جب شروع ہی سے بیمار پرسی کرنا سیکھ جائے گا، اس میں یہ عادت پختہ ہوجائے گی تو وہ محبت، ایثار اور ہمدردی میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ اس بارے میں خاص ہدایات یہ ہیں:

مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھا جائے، البتہ اگر وہ خود ایسا پسند کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مریض کے پاس جاکر اس کے لیے دعا کی جائے۔ اسے مسنون دعائیں پڑھنے کی تلقین کی جائے۔ بیمار کے گھر والوں سے بیمار کی کیفیت پوچھتے رہنا چاہیے۔

بیمار پرسی کرنے والے کو چاہیے کہ وہ مریض کے قریب ہوکر بیٹھے۔

اس کی شفایابی اور بہتری کے لیے دعا کرے۔

بیمار کا اگر آخری وقت ہے تو اسے کلمہ پڑھنے کی تلقین کرے۔

تعزیت کے آداب

تعزیت کے آداب بچے کو سکھائے جائیں۔ تعزیت کرنے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ إِلاَّ كَسَاهُ اللهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''جو مومن مصیبت کے وقت اپنے بھائی سے تعزیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اعزاز واکرام کی پوشاک پہنائے گا۔''[1]

تعزیت سنت طریقے سے کرنی چاہیے۔ آج کل تعزیت کے جو طریقے رائج ہوگئے ہیں، ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا بچے کو سنت کے مطابق تعزیت کا

---

[1] سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عزی مصاباً، حدیث: 1601

طریقہ سکھایا جائے۔تعزیت کے لیے سب سے بہترین الفاظ وہ ہیں جو صحیح بخاری میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحب زادی نے آپ کو بلانے کے لیے پیغام بھیجا۔ان کا بچہ جان کنی کے عالم میں تھا۔آپ نے اس پیغام لانے والے سے کہا: جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ یہ الفاظ کہے:

«إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ»

''بے شک اللہ نے جو واپس لے لیا، وہ اسی کا ہے اور جو دیا، وہ بھی اسی کا ہے اور ہر چیز کا اللہ کے ہاں ایک وقت مقرر ہے۔لہٰذا تو صبر کر اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی اُمید رکھ۔''①

چھینک اور جمائی کے آداب

اسلام نے جو آداب سکھانے پر زور دیا ہے،ان میں سے چھینک اور جمائی کے آداب بھی ہیں۔ والدین اور تربیت کرنے والوں کو یہ آداب بچوں کو ضرور سکھانے چاہئیں۔احادیث کی روشنی میں چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور سننے والا يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے۔پھر چھینکنے والا اس کے جواب میں کہے: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔اگر چھینکنے والا الحمدللہ نہ کہے تو اس کا جواب نہ دیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی جمائی کا ادب بھی بچے کو سکھایا جائے۔ جمائی کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ جمائی لینا ناپسندیدہ عمل ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں آواز بلند کرنے کو پسند نہیں فرمایا۔

---

① صحيح بخاری ، الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه ...... حديث : 1284

معاشرتی اور اجتماعی آداب اور میل جول کے اصول اور ضابطوں میں سے یہ اہم آداب تھے۔ مسلمان بچہ جب ان آداب کو عملی جامہ پہناتا ہے اور معاشرے میں عملی طور پر ان کا مظاہرہ کرتا ہے تو ایسی صورت میں وہ قابلِ احترام بن جاتا ہے۔ لوگ محسوس کر لیتے ہیں کہ اس بچے کی تربیت اچھے طریق پر کی گئی ہے۔ یہ آداب جب تک اسلامی معاشرے میں جاری و ساری رہے اس وقت تک وہ طاقت ور رہے، جب مسلمانوں نے ان کو چھوڑ دیا تو وہ کمزور ہو گئے۔ ان کی ہوا اکھڑ گئی۔

مذکورہ سب باتیں وہ ہیں جن کو ہمارے اسلاف نے اپنایا تھا اور جن کی بدولت وہ دین و دنیا کی سعادتوں سے ہمکنار ہوئے۔ آج ہم اپنے اسلاف کے برعکس ذلت و پستی کا شکار ہیں، کیوں؟ محض اس لیے کہ ہم نے اپنا رشتہ اپنے دین سے بھی توڑ لیا اور اپنے اسلاف کے راستے سے بھی ہٹ گئے۔ اب اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری عظمتِ رفتہ بحال ہو اور ہم اسلاف کی طرح دنیا میں معزز و کامران ہوں، تو ہمیں بھی وہی طرزِ عمل اپنانا ہوگا جو ہمارے اسلاف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھا۔ کیونکہ جن اصولوں سے امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی، بعد کے زمانے کے لوگوں کی اصلاح بھی انھی اصولوں کے ذریعے ہی سے ممکن ہے۔
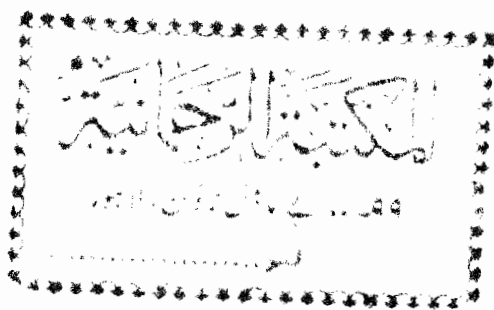
تربیت ایک کڑا امتحان ہے

تربیت دینے والے ہاتھ بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں

ان میں صبر وتحمل ہو

برداشت کا مادہ ہو

خود کو خرابیوں سے بچائے رکھتے ہوں

تب ہی وہ تربیت کا حق ادا کر سکتے ہیں

اولاد کی تربیت بہت اہم فریضہ ہے

اس فرض کی احسن انداز میں ادائیگی، ہم پر

ہماری اولاد کا حق ہے

اولاد کے حقوق کے حوالے سے ہمیں اس

کتاب ''حقوق الاولاد'' میں مکمل رہنمائی ملے گی۔

ISBN 969574189-4